ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

نگرانِ اعلیٰ مفتی محمود

دفتر جمعیت علماء اسلام

21
23

"نوائے وقت" سے دردمندانہ اپیل

احتساب کے موجودہ طریقِ کار سے فائدہ میں کون؟

"قومی و مِلّی اِتحّاد کی باتیں"

حضرت قاری طیّب صاحب کی تقریر

انہوں نے مسکرا کر کہا "آپ فکر نہ کریں میرا ضمیر مطمئن ہے۔

قیمت : ایک روپیہ

۹ جون ۱۹۷۸ء ۔ ۳ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

اپنے نورانی میاں؟

قوم کا غم کھا رہے ہیں اپنے نورانی میاں
دن بدن گرما رہے ہیں اپنے نورانی میاں

دم بخود اہلِ قلم ہیں، محوِ حیرت ہیں عوام
کس طرف کو جا رہے ہیں اپنے نورانی میاں

کچھ دنوں تک دادرا میں شوق فرمانے کے بعد
بھیرویں میں گا رہے ہیں اپنے نورانی میاں

ہم یہ سمجھے تھے گرا ڈالیں گے نفرت کی فصیل
دُور سے کچھ آ رہے ہیں اپنے نورانی میاں

چھوڑیئے! کیا ذکر کیجے! قہقہہ کافی ہے بس
جو بھی کچھ فرما رہے ہیں اپنے نورانی میاں

جن کا بن پڑتا نہیں سنجیدہ حلقوں سے جواب
ایسی، ایسی لا رہے ہیں اپنے نورانی میاں

اپنے فرمودات پر سوچا بھی کچھ تم نے، عوام
ڈونگرے برسا رہے ہیں اپنے نورانی میاں

ڈور ہلتی ہے کہاں سے کون ہے اب بے خبر
اور جو کچھ پا رہے ہیں اپنے نورانی میاں

کس لئے یہ شور بے ہنگام ہے اکرامؔ اب
کس کا جی بہلا رہے ہیں اپنے نورانی میاں

اکرام القادری

اختلافات ختم کرنے کا مشورہ

پاکستان مسلم لیگ کے نائب صدر جناب خواجہ خیرالدین صاحب نے جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی سے ملاقات کے بعد اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ "اگر جمعیۃ علماء پاکستان اور قومی اتحاد میں موجودہ اختلافات اتحاد کے عہدیداروں کا دوبارہ انتخاب کرنے سے دُور ہو سکتا ہے تو جمعیۃ کا مطالبہ تسلیم کیا جا سکتا ہے اور وہ ذاتی طور پر اس کی حمایت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جمعیۃ علماء پاکستان کا اتحاد میں رہنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہی علما کی واحد جماعت تھی جس نے پاکستان کے قیام کے لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔

خواجہ خیرالدین صاحب پرانے اور پختہ کار قسم کے سیاستدان ہیں۔ ان کی سیاسی خدمات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا خصوصاً بھٹو کے دور استبداد میں انہیں جن مصائب و آلام سے گزرنا پڑا اور جس پامردی سے انہوں نے بھٹو کے ظلم و جبر کا مقابلہ کیا وہ قابلِ تحسین و تبریک ہے۔ لیکن قومی اتحاد اور جمعیت کا اختلاف دور کرنے کے سلسلے میں انہوں نے اپنی ذاتی حیثیت سے جو مشورہ دیا ہے وہ ہمارے نزدیک مبہم، عاجلانہ اور ناقابلِ فہم ہے۔ ہم خواجہ صاحب محترم کی خدمت میں ادب کے ساتھ گذارش کریں گے کہ اتحاد کی مضبوط اور مستحکم بنیاد ہمیشہ افہام و تفہیم اور اصول و ضوابط پر قائم ہوتی ہے۔ ضد، ہٹ دھرمی، اپنی بات کی پچ اور میں نہ مانوں کے طرز فکر کو اپنانے پر نہیں ہوتی۔ کم از کم خواجہ صاحب ایسے پختہ سیاستدان کو ذاتی مشورہ دینے سے قبل ٹھنڈے دل سے یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ جمعیۃ علماء پاکستان کا قومی اتحاد سے اختلاف کن اصولوں پر مبنی ہے اور قومی اتحاد نے اس سلسلے میں کون کون سے اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے جس کی پاسداری کا جمعیۃ علماء پاکستان مطالبہ کر رہی ہے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے مرکزی رہنماؤں کے بیانات سے اگر کوئی چیز سامنے آئی ہے تو وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ قومی اتحاد کے موجودہ عہدیداران کو اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جانا چاہیئے۔ کیوں؟ کس لئے؟ اس سے جمعیۃ کو کوئی غرض نہیں۔ اسکا تو ایک ہی مطالبہ ہے اور وہ یہ کہ استعفیٰ دو۔ اس کے سوا اسے نہ کسی چیز سے دلچسپی ہے اور نہ ہی وہ کچھ چاہتی ہے۔

اور جمعیۃ کے لئے اس قسم کی ضد بازی اور ہٹ دھرمی کوئی نئی چیز نہیں۔ اس سے قبل متحدہ جمہوری محاذ میں بھی جمعیۃ علماء پاکستان نے یہی گل کھلائے تھے۔ متحدہ جمہوری محاذ کی تمام جماعتیں متفقہ طور پر بھٹو کے دورِ بربریت میں ضمنی انتخابات کا بائیکاٹ کئے ہوئے تھی مگر جمعیۃ علماء پاکستان اپنی سرشت سے مجبور ہو کر اپنے ذاتی متوقع مفاد کی وجہ سے کراچی کی سیٹ پر انتخاب لڑنا چاہتی تھی۔ جمعیۃ نے متحدہ جمہوری محاذ کی تمام جماعتوں کے متفقہ مؤقف کو بغیر کسی افہام و تفہیم کے مسترد کرتے ہوئے کراچی کی سیٹ سے انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا اور تحریک استقلال سے سیاسی گٹھ جوڑ کر لیا۔ اور اس طرح سے وہ خود بخود متحدہ جمہوری محاذ سے نکل گئی۔ نتیجۃً ضمنی انتخاب میں بھی شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

اس کے بعد جمعیۃ علماء پاکستان نے پاکستان قومی اتحاد کی صورت اتحاد میں شرکت سے قبل تحریک استقلال سے مل کر سیٹوں کے مسئلہ پر سودے بازی شروع کر دی بغیر کسی اصول اور ضابطے کی پرواہ کرتے ہوئے، عوام بھٹو کے دور استبداد سے نجات چاہتے تھے مگر جمعیۃ علماء پاکستان اور تحریک استقلال کے "محب وطن اور عوام دوست رہنماؤں" کا نعرہ یہ تھا کہ پہلے ہم سے سیٹوں کا سودا چکاؤ اس کے بعد ہم اتحاد کی بات کریں گے

اس مرتبہ بھی جمعیۃ علماء پاکستان کے رہنما متضاد راہوں پر گامزن ہیں، اور ذاتی مفاد کو ہی ملکی اور قومی مفاد پر ترجیح دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ اس خواہش کا اظہار کر رہے ہیں کہ وہ قومی اتحاد میں رہنا چاہتے ہیں اور ملک و قوم کے لئے اتحاد کو ضروری خیال کرتے ہیں، دوسری طرف تحریک استقلال سے معاہدے اور اتحاد کی خبریں اخبارات میں آ رہی ہیں۔ "گڑ گڑ کہیں اور انڈے کہیں"

بہت بہتر ہوتا اگر خواجہ خیرالدین صاحب اس سلسلہ میں بھی نورانی میاں سے وضاحت کراتے اور اس دورنگی و تضاد عملی کا معمہ سلجھانے میں کامیاب ہو جاتے۔ خواجہ صاحب جس ایثار کا مشورہ قومی اتحاد کی دوسری جماعتوں کو دے رہے ہیں اگر وہ نورانی میاں کو دیتے تو کیا بہتر نہیں تھا جبکہ قومی اتحاد کے انتخابات ہر سال ہوتے ہیں اور موجودہ انتخابات کو تقریباً چھ ماہ ہو رہے ہیں تو کیا نورانی میاں چھ ماہ مزید صبر نہیں کر سکتے اور ایثار سے کام نہیں لے سکتے جبکہ مصالحتی کمیٹی نے یہ بھی طے کر لیا ہے کہ اتحاد کے پہلے سے عہدوں پر رہنے والے حضرات دوبارہ منتخب نہیں کئے جا سکتے،

باقی صفحہ ۶ پر



جلد نمبر ۲۳ شمارہ نمبر ۲۰

جمعۃ المبارک ۹ جون ۷۷ء یکم رجب ۹۸ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

مدیر
اکرام القادری

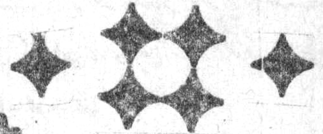
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۴۵ روپے
ششماہی ۲۳ روپے
سہ ماہی ۱۱.۵۰ روپے
فی پرچہ ایک روپیہ

مولانا عبیداللہ انور نے پرنٹر پبلشر ... سے چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا



قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ کا خصوصی پیغام جماعتی احباب اور ترجمان اسلام کے ایجنسی ہولڈروں کے نام



CENTRAL PUBLISHING & INFORMATION DEPTT.

Jamiat Ulma-e-Islam Pakistan

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت

جمعیت علماء اسلام پاکستان

رنگ محل لاہور فون ۶۲۷۵

RANG MAHAL
LAHORE

Ref. No.__________ Dated 31-5-78

محترم حضرات زید مجدکم

السلام مسنون مزاج گرامی

[illegible]

محترم حضرات زید مجدکم

سلام مسنون مزاج گرامی

آج ترجمان اسلام کے سلسلہ میں ترجمان کے مدیر کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ ایجنٹ حضرات کے ذمہ واجب الادا رقوم تقریباً چالیس ہزار روپے بنتی ہیں۔ مجھے بڑا تعجب ہوا اور بڑی مشکل سے یقین کرنا پڑا۔

یہ پرچہ تجارتی بنیادوں پر نہیں بلکہ جماعتی نظریات کی بنیاد پر شائع ہوتا ہے اور اس کے ایجنٹ حضرات بھی اکثر و بیشتر جماعتی احباب ہی ہیں۔ یہ امر باعث پریشانی ہے کہ جماعتی احباب اور جماعتی ماتحت شاخیں اتنے تساہل و تغافل و نادہندگی کو کس طرح برداشت کر رہی ہیں، اور اس تساہل پر کیوں مطمئن ہیں۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح جاری رہا تو یہ دینی پرچہ جو احیاء دین اور تحریک اسلامی کے سلسلہ میں ہمیشہ رہنمائی کی خدمت سرانجام دیتا ہے آپ ہی کے ہاتھوں سے خدانخواستہ ہلاکت کی وادیوں میں گم ہو جائیگا۔ اس سے قبل بھی آپ سے بار بار اپیل کی گئی ہے لیکن کوئی اثر آپ نے قبول نہیں کیا۔ اب پھر بطور تذکیر اور یاددہانی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ فوری طور پر متوجہ ہو کر بلا تاخیر یہ امور سرانجام دیں: ۱۔ گزشتہ بقایا فوری طور پر ادا کر دیں تاکہ حق اللہ اور حق العبد دونوں سے فراغت حاصل کر کے اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کر سکیں۔ ۲۔ آئندہ ہر پرچہ کا تازہ حساب جمع کرا دیا کریں۔ ۳۔ جبکہ سیاسی سرگرمیاں معطل ہیں تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پرچہ کی اشاعت بڑھانے کی طرف خصوصی توجہ دیں اور کم سے کم ۵۰ فیصد اشاعت بڑھانا میرا جماعتی مذہبی اور اخلاقی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

مفتی محمود

انہوں نے مسکرا کر کہا



بلوچستان میں بھی سیاسی رہنماؤں کے لئے عنقریب "میدان حشر" برپا ہو رہا ہے۔ اب ان کی سیاسی زندگی کے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔ "میدان حشر" کی طرح یہاں بھی چند سیاستدانوں کے اعمالنامے داہنے ہاتھ میں اور بعضوں کے بائیں ہاتھ میں دیکر ایک عدد ٹریبونل قائم کیا گیا ہے۔ آج بلوچستان کے عوام کا خواب شرمندہ تعبیر ہو رہا ہے۔ آج تحریک بحالی جمہوریت میں شرکوں پر لگنے والے ظالمو جواب دو۔ خون کا حساب دو وغیرہ جیسے نعروں کی لاج رکھی جا رہی ہے۔ آج بلوچستان میں شہید ہونے والے مجاہدین کے خون کا حساب ہوگا؟ لیکن شاید اس خون سے مراد شہیدوں کا خون ہوگا۔ اس سے غریب عوام کی دولت اور قومی خزانہ مراد ہوگا جنہوں نے اس ملک کو شیر مادر سمجھ کر ڈکارنا شروع کیا، جو کہ ہر دور میں قابل غور رہے، ہر در پہ سجدہ ریز رہے۔ دستر خوان اقتدار پر مکھیوں کی طرح چپٹے رہے۔ وقت کے ظالموں کا ساتھ دیا اپنے ضمیر، قوم، ایمان اور اپنے ملک کا سودا کیا۔ کیا واقعی ان کا احتساب ہوگا؟ بلوچستانی عوام سالہا سال سے ان فرعونوں کے رحم و کرم پر رہے، کیا آج اس ظلم و ستم کے لئے ان سے جواب طلبی کی جائے گی۔ ان بے ضمیروں سے ان بنگلوں، لمبی لمبی کاروں، بڑی بڑی مارکیٹوں کے متعلق استفسار کیا جائے گا۔ "زر" کے لئے ایمان، ملک، قوم، ضمیر کو تو بیچنے والے پہلے بھی تھے مگر "زر" کے کرشمے دیکھئے کہ اپنے گرامی قدر والد، وہ بھی والد کا خون۔ جی ہاں ایسے بھی فرمانبردار فرزند ہیں کہ والد کے خون کے بدلے "خوان اقتدار" پر پہنچنے کے لئے صرف ایک عدد سیٹ، جی ہاں اسمبلی کی سیٹ جس کے ریزرویشن کارڈ پر بھی ان کے والد کے خون کے چھینٹے تھے۔ "زر" کے ساتھ زمین بھی ہے۔ دراصل تین چیزوں کی وجہ سے ہی کاروبار عالم کا بیڑہ غرق کیا جاتا ہے سیاسی مہروں کو آگے پیچھے کیا جاتا ہے۔ ان کٹھ پتلیوں کو نچایا جاتا ہے۔ پہلا تو "زر" روپیہ بلینک چیک ڈالرز، سیاسی رشوت جو کہ سر فہرست ہے۔ دوسری "زمین" زمین کے لئے اپنی ملک کی دھرتی کے ساتھ بے وفائی کی جاتی ہے، اور تیسری "زن"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

خوشی، راحت، مزا، آرام ہے سب زر کے ہونے سے
یہ وہ شئے ہے کہ جس کی مانگ ہے ہر کونے کونے سے
میں سچ کہتا ہوں کہ شیطان بھی سجدے میں گر پڑتا
بنانے خاک کے بدلے اگر آدم کو سونے سے

اس "زر" کے لئے بلوچستان میں لوگ سیاست کے میدان میں قدم رکھتے ہیں کیونکہ دوسرے کسی کاروبار سے یہ کاروبار آسان اور منافع بخش ہے چند چمچے جمع ہوئے۔ ایک عدد پریس کانفرنس ہوئی۔ اخبار میں بیان معہ فوٹو کے شائع ہو گیا تو حضرت والا لیڈر بن گئے اور جب تحریک چلی۔ آفت آئی۔ مصیبت نازل ہوئی۔ لوگ سڑکوں پر نکلے۔ گولیاں چلیں "بڑے گھر" کے دروازے کھلے۔ قید و بند کی صعوبتیں شروع ہوگئیں تو لیڈر "بے لام" پردہ کش لگے اور حضرت والا "گیدڑ" بن گئے۔ کبھی وہ تھے کہ ہر جگہ شمع محفل ہوا کرتے تھے اس دوران ایسے غائب ہوئے جیسے کہ "دراز گوش" کے سر سینگ۔ یا پھر بعض لیڈر کار موٹروں میں بیٹھے دور دور سے نظارہ کرتے تھے اور شاید وقت نظارہ موٹر کے انجن کو بیدار رکھتے تھے تاکہ فائرنگ اور آنسو گیس کی وجہ سے ان کی ذات گرامی کو نقصان نہ پہنچے کیونکہ اس سے ملک و قوم کی فلاح ہوتی ہے اور وہ ملک و ملت کے بارے میں اس طرح نہیں سوچتے۔

بہرحال بھٹو کا دور تو ان کے لئے ایک سنہرا دور تھا۔ اس دور میں وہ دونوں ہاتھوں سے لوٹتے رہے۔ شراب کے جام کے بجائے جام صاحب نے خود بھی "جام زر" سے شوق فرمایا۔ پوری کیبنٹ کو ذائقہ چکھایا۔ دولت کے نشہ میں قوم کے رہنما جھومتے رہے اور ایشیا کے ظالم ترین ڈکٹیٹر کے در کو چومتے رہے۔ اقتداری ٹولے کے قریب رہنے والے بخت نوں کے نام نہاد ہمدرد پر بھی "جام زر" کے چھلکنے سے چند قطرے اس ہمدرد پشتون کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر گرے تو ذائقہ چکھنے کے لئے ہاتھ کو چاٹا۔ بڑی

تاج محمد جمالی، سردار عثمان جوگیزئی، تیمور شاہ جوگیزئی، سردار عمر

اور دوسرے آزاد سیاستدانوں سے کب اہل بلوچستان کی گلوخلاصی ہوگی؟

لذت اور شیرینی تھی۔ اگرچہ اس میں سے الامحترم کے خون کی بو بھی آرہی تھی۔ پھر تو چسکہ پڑ گیا۔ اور پھر در آقا پر کچھ اور جھکے تو پرمٹوں کی بارش ہوگئی۔ یہ وہ دور تھا جب کہ جمعیت علماء اسلام اور کالعدم نیشنل عوامی پارٹی میدان کارزار میں کھڑی تھی مگر یہ خان خاناں، ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔ بہرحال قوم کا حافظہ اتنا تو کمزور نہ تھا اور نہ ہے کہ بھٹو کے خلاف تحریک کے شروع ہونے کے بعد جبکہ بساطِ سیاست میں انقلاب آرہا تھا، بھٹو کا سورج غروب ہو رہا تھا، بھٹو گورنمنٹ آخری سانسوں پر تھی، اس چراغ سحری سے خان موصوف نے ناطہ توڑا اور وہ بھی دیکھا دیکھی سڑکوں پر نکل پڑے۔ لوگ اس بے حیائی پر انگشت بدنداں تھے اور ساتھ ہی ساتھ یہ سوچ رہے تھے کہ آخر قوم کو اسقدر بیوقوف کیوں سمجھا جا رہا ہے۔ مگر قوم اب بیدار ہو گئی تھی۔ اکتوبر کے انتخاب میں خان موصوف ضلع پشین سے لنگر لنگوٹ کس کر پرانا نعرہ لیکر میدان میں کودے۔ مگر۔ ...؟؟ اب حالات بدل چکے تھے۔ مقابلہ میں ایک اور مرد میدان، جو خود بھی خان، اچکزئی قوم سے ہیں، ہے جو جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان کے جنرل سیکرٹری اور قومی اتحاد بلوچستان کے صدر سابق سینیٹر جناب حاجی محمد زمان خان صاحب اچکزئی تھے۔ موصوف کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کی سیاسی زندگی یا ذاتی توصیف سے مجھے سروکار نہیں کہ میں خوامخواہ ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاؤں۔ لیکن ایک بات تو واضح ہے اور خدا لگتی کہ اس نے ہی زمان خان کو دوسروں سے ممتاز کر رکھا ہے۔ وہ یہ کہ بھٹو دور کے "جام زر" اگر جام کے ہاتھوں صوبائی اسمبلی کے ممبروں نے لنڈھائے تو اسی طرح یہ "جام زر" سینیٹ کے ممبروں کے سامنے بھی لنڈھائے گئے۔ جس سے بڑے بڑے جغادری اور قدآور سیاستدان ریشہ خطمی ہو گئے مگر زمان خان صاحب اچکزئی... تحریص و تخویف کو خاطر میں نہ لائے اور اکابرین کے قدموں میں بیٹھنے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے رہے اور یہی وجہ تھی کہ ان اکابرین کی نظر کرم نے ان کے انتخابی حلقے کی ہیئت چند دن میں بدل دی اگرچہ اس سے قبل پشین کے ضلع میں خاطر خواہ تنظیمی کام نہیں ہوا تھا۔ اور اس کے ذمہ دار زمان خان صاحب بھی تھے خواہ قومی مصروفیت کی وجہ سے ہی ایسا ہوا ہو، مگر سیاسی کردار کی پختگی، پارٹی کے کارکنوں کی بے لوث خدمت اور محنت سے فریق مخالف کے چھکے چھوٹ گئے۔ اب ان کے مخالف اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے اور زمان خان اچکزئی کے خلاف غلط پروپگنڈہ شروع کر دیا کہ زمان خان نے اپنی حیثیت سے غلط فائدہ اٹھایا ہے اور اس کے لئے جلسہ عام میں حلف بھی اٹھایا گیا۔ زمان خان کے متعلق اتنا منظم اور زہریلا پروپگنڈا کیا گیا کہ لوگوں میں بھی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ پارٹی کے حلقے بھی پریشان ہو گئے مگر ان تمام باتوں کے باوجود زمان خان اچکزئی سے جب میں نے استفسار کیا تو انہوں نے مسکرا کر کہا کہ آپ فکر نہ کریں میرا ضمیر مطمئن ہے اور آپ عنقریب دیکھ لیں گے کہ کس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ (سیاسی) دیا جائیگا اور کس کے بائیں ہاتھ میں۔ اور حسب توقع خان خان جناب محمود خان صاحب اچکزئی خدائی گرفت میں آگئے۔ اور اب سیاست کے میدان حشر میں پسینے سے شرابور نظر آرہے ہیں۔

لیکن ایک بات اہل بلوچستان کے لئے ناقابل فہم ہے کہ جو سیاستدان عرصہ سے بلوچستان کے عوام کا خون چوس رہے ہیں، جو ہر در کے مسجود رہتے ہیں آج احتسابی لسٹ میں بھی وہ سرفہرست ہیں مگر پھر بھی قومی حکومت کے بارے میں انکو اسلام آباد بلایا جا رہا ہے، انکو اہمیت دی جا رہی ہے کیا اس سے لوگ یہ سوچنے پر مجبور نہ ہونگے کہ کیا احتساب کا عمل بھی منصفانہ ہوگا۔

تاج محمد جمالی، سردار عثمان جوگیزئی، تیمور شاہ جوگیزئی۔ سردار عمر اور دوسرے آزاد سیاستدانوں سے کب اہل بلوچستان کی گلو خلاصی ہوگی؟ یا ان کو اسی طرح اہمیت دی جاتی رہے گی؟

امید ہے کہ مارشل لاء احکام اس بارے میں ضرور سوچیں گے تاکہ بلوچستان کے عوام احتساب کے عمل پر مکمل اعتماد کر سکیں۔

بقیہ: اداریہ

مگر نہیں نورانی صاحب کو تو ایک ہی بات آتی ہے کہ مری تا رہے.

جہاں تک خواجہ صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ یہی علماء کی جماعت ہے جس نے قیام پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کی حمایت کی تھی تو محترم گذارش یہ ہے اوّل تو یہ اتحاد محض ان جماعتوں کا نہیں ہو رہا جنہوں نے مسلم لیگ کی حمایت کی تھی اور نہ ہی قومی اتحاد اس اصول پر مبنی ہے۔ اس قسم کے گڑے مردے اکھاڑنے سے تو اور گوناگوں قسم کی بحثوں کا آغاز ہو جائیگا۔

دوسرے یہ کہ تاریخ سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تحریک پاکستان کے دوران جمعیۃ علماء پاکستان کا کوئی قابل ذکر وجود تھا یا اسے کوئی سیاسی حیثیت و اہمیت حاصل تھی۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی چیز کا سراغ لگایا جا سکتا ہے تو وہ بے دے کے بنارس میں ہونے والی ایک عددسنّی کانفرنس ہے جس کے متعلق جمعیۃ علماء پاکستان کو دعوی ہے کہ اس میں قیام پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا گیا تھا۔

اسکے برعکس جمعیۃ علماء اسلام کے بانی حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے رفقاء کار علماء و عوام کی قیام پاکستان کے سلسلے میں خدمات سے شاید خواجہ صاحب بھی انکار نہ کرسکیں۔ یہ جمعیۃ علماء اسلام کے بانی علامہ عثمانی ہی تھے جن کی شبانہ روز جدوجہد سے مسلم لیگ نے صوبہ سرحد میں ریفرنڈم جیتا اور یہی علامہ عثمانی تھے جنہوں نے کراچی میں پاکستان کا پرچم دارالحکومت پر اپنے دست مبارک سے نصب کیا۔ اور جمعیۃ علماء اسلام کے ایک دوسرے رہنما حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی نے ڈھاکہ کے صوبائی دارالحکومت پر اپنے ہاتھوں سے پاکستان کا پرچم نصب کیا اور پاکستان کے پہلے دستور ساز اجلاس میں جمعیۃ علماء اسلام کے بانی حضرت علامہ عثمانی ہی کی کوششوں سے قرارداد مقاصد پاس کی گئی جو بعد میں ہر آنے والے دستور کا حصہ بنی۔ ان حقائق کے باوجود بھی اگر خواجہ خیرالدین ایسے حضرات یہ کہیں کہ علماء کی واحد جماعت جمعیۃ علماء پاکستان ہی تھی جس نے قیام پاکستان کے لئے مسلم لیگ کی حمایت کی تو ہم اسکے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ

ہے جن کے نقش قدم سے بہار صحن چمن
انہی کی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں

قاری نورالحق قریشی

روزنامہ "نوائے وقت" سے ایک دردمندانہ اپیل

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کے اداریہ "یہ بیان بازی کیوں" مورخہ ۱۴ مئی ۷۸ء میں مسلم لیگ میں شمولیت پر مولانا مفتی محمود صدر قومی اتحاد کی نکتہ چینی پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مجھے اخبار کی پالیسی پر معترض ہونے کا استحقاق حاصل نہیں ہے لیکن اتنی بات پوچھنے کی جسارت ضرور چاہوں گا کہ "نوائے وقت" ایک جماعت کا ترجمان ہے یا "قومی اخبار" ہونے کا علمبردار ہے اگر یہ جماعت کا ترجمان ہے تو اس جماعت جس کا وہ ترجمان ہے سے باہر کسی دوسری جماعت کے کارکن کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس پر تنقید کرے۔ لیکن اگر کوئی اخبار اپنے تئیں "قومی اخبار" کے لقب سے مزین ہو تو اس سے ہر سیاسی کارکن پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ حضور

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

میں یہ گستاخی کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ "نوائے وقت" صرف مسلم لیگ کا ترجمان ہے اس اخبار کے نزدیک جو شخص کبھی مسلم لیگ میں شامل ہو جائے اس پر "غداری، وطن دشمنی" اور ملک دشمنی کے الزامات لگ چکے ہوں جونہی مسلم لیگ میں شامل ہوگا اس کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں اور وہ فوراً محب وطن اور اسلام دوستی کے زینوں پر سوار ہو کر اپنے مخالفین کو غدار' اور وطن دشمنی کے القاب عطا کر سکتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کفر چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

سوال سیدھا سادا اٹھا جسے "نوائے وقت" نے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ مولانا مفتی محمود نے خان عبدالقیوم خان کی مسلم لیگ میں اس حد تک اعتراض کیا تھا کہ خان موصوف کا ماضی اس حد تک داغدار ہے کہ اسے نہ بھلایا جا سکتا ہے اور نہ ہی نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ خان موصوف ہر زمانے اور ہر قسم کے ماحول کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینے میں مشاق ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ پاکستان کی تقریباً ہر حکومت میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہتے آ رہے ہیں۔ ان کی لغت میں اصول پرستی وفاداری نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھٹو اور اس کی پارٹی کی مخالفت کرنے والے خان عبدالقیوم فوراً سجدہ سہو کر کے پیپلز پارٹی کی حکومت میں نوکر ہو گئے۔ یہ ان کا پرانا وطیرہ ہے۔ جب پاکستان کا قیام یقینی ہو گیا تو "گولڈ اینڈ گنز" کتاب کا مصنف فوراً سجدہ سہو کر کے وزارت حاصل کرنے کے لئے مسلم لیگ میں شامل ہو گیا۔

اب جب ہم بطور وزیر داخلہ ان کے کردار کا جائزہ لیں گے تو انہیں بھٹو عہد سے تشدد بربریت، سفاکی و خونریزی اور قتل عام کی کارروائیوں سے علیحدہ نہیں کر سکتے کیونکہ بطور وزیر داخلہ ملک بھر میں تشدد دانہ کارروائیوں کے وہ براہ راست ذمہ دار اور جواب دہ ہیں۔ اسے یہ کہہ کر نظر انداز ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ بھٹو عہد میں کوئی وزیر با اختیار نہیں تھا۔ سب کچھ بھٹو کے اشارے پر ہوا تو پھر اس طرح سب چھوٹ جائیں گے۔ کیا ان کے پاس ضمیر نام کی کوئی شے تھی جو عوام پر ظلم و ستم پر کروٹ لیتی۔ ہمیں حیرت ہوتی ہے جب "نوائے وقت" جیسا اخبار اس قسم کے انسانوں کی وکالت کرتا نظر آتا ہے۔ یہی "نوائے وقت" تھا جس نے مسٹر غلام مصطفےٰ کھر کا مسلم لیگ میں شمولیت پر اپنے اداریہ میں "مستحسن فیصلہ" کے عنوان سے کھر صاحب کو خراج تحسین پیش کیا۔ اسی طرح حنیف رامے اور دوسرے سوشلسٹ عناصر اور لادینی نظریات کی حامل شخصیتوں کو

ع اے آمدنت باعث آبادی ما

کہہ کر گلے لگا لیا کرتا، لیکن اگر کہیں مسلم لیگ سے بیرون عناصر کبھی کوئی تنقید کریں یا ان گاملان شریعت اور پاسبان "نظریہ پاکستان" کے کردار پر حرف گیری کرے تو 'نوائے وقت' آج سے تیس سال قبل کے سیاسی اختلافات، نظریہ پاکستان کی زبان سے اس وقت کے مخالفوں یا اگر وہ زندہ موجود نہ ہوں تو ان کے ماننے والوں کو لتاڑنا شروع کر دیتا ہے اور غدار، وطن دشمن اور ملک دشمن جیسے القاب سے نوازنا شروع کر دیتا ہے۔ حقائق کو مسخ کرنے کی پالیسی "نوائے وقت" ایسے اخبار کو زیب نہیں دیتی۔ اگر اس تلخ نوائی پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو میرا خیال ہے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ گذشتہ دنوں 'نوائے وقت' میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلاف شائع شدہ ایک پمفلٹ جسے کسی مکتبہ نے شائع کیا تھا کئی قسطوں میں شائع کیا گیا حالانکہ دیانتداری کا تقاضا یہ تھا کہ جواب شائع کرنے سے قبل اس بارے میں وہ پمفلٹ

جو جامعہ مدنیہ لاہور نے شائع کیا تھا شائع کیا جاتا تاکہ قارئین کے سامنے دونوں نقطہائے نظر آ جاتے اور وہ فیصلہ کرنے کے منطقی نتیجہ تک پہنچ سکتے۔ اگر نوائے وقت علامہ اقبال رح کی غلط فہمی کے نتیجہ میں کہے گئے اشعار کو جو مرحوم نے مولانا مدنی رح کے بارے میں کہے تھے حقیقت کے آشکارہ ہونے اور علامہ طالوت رح کا علامہ اقبال رح سے خط و کتابت اور غلط فہمیوں کے دُور ہو جانے کے بعد بھی معاف نہیں کر سکتا تو کم از کم صحافیانہ نقطہ نظر کو ملحوظ رکھ کر دونوں پمفلٹ اخبار میں شائع کئے جاتے لیکن یہاں تو معاملہ ہی مختلف ہے کہ میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو۔

جس اداریہ کو اس وقت ہم زیر بحث لائے ہیں اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

"بھٹو حکومت میں شامل ہونے کی وجہ سے مفتی صاحب کو خان عبدالقیوم خان سے جو شکایات ہیں ان پر بحث کو منطقی انجام تک پہنچائیں تو پھر بات چیت بہت دُور تک چلی جائے گی اور ۱۹۷۰ء کی انتخابی مہم میں مفتی صاحب اور ان کی جمعیت کے کردار نیز اپریل ۷۲ء کے بعد سرحد کی وزارت اعلیٰ کے زمانے میں ان کی کارکردگی بھی زیر بحث آ جائے گی۔"

گویا "نوائے وقت" کے نزدیک مفتی صاحب اور خان قیوم ایک کشتی کے سوار ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں جمعیۃ علماء اسلام کا ایک ادنیٰ کارکن ہونے کی حیثیت سے "نوائے وقت" کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ دونوں معاملات پر کھل کر بات کریں اس میں تھوڑی سی ترمیم بھی اگر گوارا فرمالیں تو بہت مناسب ہوگا کہ مفتی صاحب کی وزارت کی کارکردگی کے ساتھ ساتھ پاکستان کی تشکیل کے بعد مسلم لیگی وزارتوں کی کارکردگی کا جائزہ بھی لے لیں تو اس سے تاریخ کے طالب علم کو کئی سبق آموز تجربے حاصل ہوں گے۔ نیز تشکیل پاکستان سے لے کر تقسیم پاکستان کے تمام مراحل میں تمام سیاسی جماعتوں کے کردار پر علمی بحث سے تاریخ کے کئی مخفی گوشوں کی نقاب کشائی ہو گی۔

۱۹۷۰ء کی انتخابی مہم میں مفتی صاحب اور ان کی جمعیت کے کردار کا تجزیہ کرتے ہوئے اس بات کو ہرگز نہ بھولیئے کہ اس انتخابی مہم میں یہ شرف صرف اور صرف مفتی محمود اور ان کی جمعیۃ کو حاصل ہوا کہ مسٹر بھٹو کو انتخابی معرکہ میں شکست فاش دی لیکن "نوائے وقت" اور اس کے ہمنواؤں نے مفتی صاحب اور ان کی جمعیۃ کو عین بیدردی سے سوشلسٹ کیمپ میں دھکیلنے کی کوشش کی ہے اور فتویٰ بازی کا بازار گرم کیا وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے لیکن بایں ہمہ مفتی صاحب ہی نے بھٹو کو شکست دے کر اس کا طلسم توڑ کر رکھ دیا اور "فاتح بھٹو" کہلائے جبکہ پنجاب و سندھ میں بھٹو کو انتخابی محاذ بھی شکست نہ دے سکا اور اس طلسم سامری نے دونوں صوبوں کو اپنی لپیٹ میں جکڑے رکھا۔ مفتی صاحب اور ان کی جمعیت نے بھٹو کو شکست دینے کے بعد بھی بھٹو ازم کے خلاف دوران وزارت اور اس کے بعد بھی ہر میدان میں لڑائی جاری رکھی اور سب سے زیادہ قربانیاں دیں۔ کیا "نوائے وقت" کے علم میں نہیں ہے کہ ملک کے اندر اسلامی اقدار کے احیاء اور اسے اقتدار کے راستے نافذ کرنے کا سہرا مفتی صاحب اور ان کی جمعیۃ کے سر ہے۔ سب سے پہلے مفتی صاحب نے شراب بند کی۔ قمار بازی، جوا، ریس ختم کیا، اردو زبان کو سرکاری زبان قرار دیا، شلوار قمیض کو سرکاری لباس قرار دیا، جبکہ اسلام کے نام پر وزارتوں کے حلف اٹھانے والے پورے ملک میں با اختیار حکمران اسلام کی ابجد تک کو نافذ نہ کر سکے۔ اور قائد اعظم کے جانشین ان کے فرمان کے مطابق اردو زبان کو سرکاری زبان کا درجہ تک نہ دے سکے۔ کیا یہ قائد اعظم کے جانشین ہیں جن کے عہد میں پاکستان ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ اسلامی اقدار کا مذاق اڑایا گیا۔ اپنے عہد اختیار میں اسلام کے خلاف قانون بنائے مسلمانوں پر جبر و تشدد کا بازار گرم کیا۔ ختم نبوت کا نام لینے والوں کے سینوں پر گولیاں چلائیں، مغربی اقدار کی سرپرستی کی۔ ملک کی اقتصادی حالت کو تباہ کیا۔ کیا ممتاز دولتانہ، سردار شوکت حیات خان اور ان کے ہمنوا پیدائشی اور خاندانی مسلم لیگی نہیں ہیں جنہوں نے ہر آڑے وقت میں قوم کو دھوکہ دیا اور اپنی جان بچائی۔ ذاتی مفاد پر قوم کے مفاد کو قربان کر دیا۔ وزارتوں اور سفارتوں پر دو قومی نظریہ کو بھینٹ چڑھا دیا۔ اسلام کے ٹھیکیدار بن کر سوشلسٹوں کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کے باوجود چونکہ اب آزمائشی دور ختم ہو چکا ہے اس لیے نئے سرے سے وزارتوں کے حصول کے لیے اگر مسلم لیگ میں شمولیت فرما رہے ہیں تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے کہ ایسے پاکباز لوگوں کو ہدف تنقید بنائیں۔

ہم ان سطور میں ابتدائی مرحلہ تک بات کرنا چاہتے ہیں، تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے لیکن اتنی گذارش ضرور کریں گے

○ مجھی سے سب یہ کہتے ہیں کہ رکھ نیچی نظر اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر

آخری قسط

ارشد حسن ثاقب

برما کے مسلمان

(مظلومی و بے بسی کی دلخراش داستان)

مسلمانوں کے پاس کھیتی باڑی کے سوا کوئی ذریعۂ معاش نہیں اور جب فصل کاشت کر لی جاتی ہے تو سرکاری لیٹرے فصلوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

جیسا کہ ہم گذشتہ شمارے میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ موجودہ حکومت نے برسرِ اقتدار آتے ہی مسلمانانِ برما کو اپنے مظالم کا تختۂ مشق بنانا شروع کر دیا اور قربانی و حج جیسے شعائرِ اسلام پر قانوناً پابندی عائد کر دی۔

وہاں کی مسلمان بچیوں کی عصمتیں سرکاری درندوں کی قزاقی و بربریت کے ہاتھوں تاراج ہو رہی ہیں اور اگر غیرت مند مسلمان اپنی بچیوں کی عزت کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے لیکن برما کے مظلوم مسلمان قومی زندگی کے اس موڑ پر پہنچ چکے ہیں جہاں دھمکی، راہِ مقصد کی کاوٹ نہیں بن سکتی۔ رکاوٹیں، کامیابی کا زینہ نظر آتی ہیں۔ اور دشوار گذار گھاٹیاں گوشۂ امن و عافیت!!

مظلوم قوموں کی اجتماعی زندگی میں ایک مقام ایسا فیصلہ کن آتا ہے جب انہیں ہمیشہ کی غلامی اور مظلومی، ظلم و ستم سے کلی نجات میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ ظلم انتہا کو پہنچ چکا ہوتا ہے اور ظالم کے عزائم، مظلوم کو مٹا دینے کے ہوتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر مظلوم، بے سرو سامانی، حالات کی عدم مساعدت، اعوان و انصار کی کمی کا رونا رو کر خاموش بیٹھ جائے تو ہمیشہ کی غلامی کا طوقِ مذلت اس کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ لیکن ہمیں مظلوموں کی تاریخ میں ہر مقام پر چند ایسے باحوصلہ افراد نظر آتے ہیں جو ایک عزم لے کر اٹھتے ہیں۔ ایک ولولہ انہیں جذبۂ عمل کی طرف لے چلتا ہے۔ وہ اٹھتے ہیں کہ چٹانوں سے ٹکرا جائیں۔ وہ وقت کا انتظار نہیں کرتے کہ ان کا ساتھ دے بلکہ چل نکلتے ہیں تا وقت ان کا ساتھ خود بخود دے۔ وہ اعوان و انصار کی کمی کو بصد حسرت و تاسف دیکھتے ہیں لیکن یہ کمی ان کے ولولۂ عمل کو ٹھنڈا نہیں کر پاتی بلکہ وہ تنہا چل پڑتے ہیں کہ اگر زمین پر چلنے والے انسان ہماری مدد کو تیار نہیں تو آسمان کو ہماری مدد کے لیے اترنا چاہیے، ملائکہ قدسیہ کو ہماری نصرت کے لیے آنا چاہیے۔ وہ گرد و پیش کی بے حسی کو دیکھتے ہیں کہ کوئی زبان نہیں جسے ان کی مظلومیت پر چند کلماتِ ہمدردی کہنے کو یارائے سخن ہو تو ان کا عزم ماند نہیں ہوتا، وہ جادۂ مقصد پر چلے جاتے ہیں کہ اگر دنیا کی زبانیں گنگ ہو گئی ہیں تو پتھروں کو چیخنا چاہیے۔ اگر کوئی ساتھ چلنے کو تیار نہیں تو درختوں کو دوڑنا چاہیے۔

وہ چلتے ہیں تاکہ ظلم و تعدی کے ایوانوں کو ہمیشہ کے لئے ڈھا دیں۔ وہ خار زارِ جہد و عمل میں دیوانہ وار کود پڑتے ہیں۔ پلک جھپکتے ہی راستے کی بڑی بڑی سنگلاخ وادیاں قطع کر چکے ہوتے ہیں۔ وہ برق کی مانند چمکتے اور کوندتے ہیں اور رعد کی طرح کڑکتے اور گرجتے ہیں، طوفان کی طرح اٹھتے ہیں، سرکش موجوں کی طرح بپھرتے ہیں سیلاب کی طرح چھا جاتے ہیں، اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ چشم فلک [illegible] دیکھتی ہے کہ وہ جو کل تک مظلوم و مقہور تھے آج اس [illegible] کے [illegible] ہیں آج وہ جہد و عمل کے نتیجہ میں اس مقام تک پہنچے کہ اس کے بعد ظالم ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو چکا ہے۔ جہاں کل تک آہیں اور سسکیاں تھیں وہاں خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں۔ جہاں کل تک افسردگی تھی وہاں شادمانی کا غلغلہ ہے۔ جہاں کل تک خوف تھا وہاں امن و بے فکری کا پیام ہے، جو غنچے کل تک خزاں آلود بادِ سموم کے ظالم تھپیڑوں سے کمہلا گئے تھے آج بہارِ تازہ کی نوید سن کر کھل اٹھے ہیں۔

اور پھر دیکھو کہ جو کل تک خدا کی زمین پر اتراتے پھر رہے تھے اور زیردست کو اپنا غلام سمجھ بیٹھے تھے آج اپنے انجام کی تصویر خود بن گئے ہیں۔ ان

برمی مسلمان کسی ملک میں رہائشی حقوق حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے پاس برما کا پاسپورٹ نہیں ہوتا

کا انجام ایک عبرت کا باب ہے۔ ان کی سرکش گردنیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خم ہو چکی ہیں، ان کے سرِ پُر غرور خاک میں مل کر آئندہ کی نسلوں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئے ہیں۔

پھر دیکھو کہ کل تک جن ایوانوں میں بیٹھ کر وہ مظلوموں کی قسمت کے فیصلے دیا کرتے تھے آج ان ایوانوں کی وحشت خیز سنسانی ان کے حسرتناک انجام پر نوحہ کناں ہے، اور جو تاج معصوم رعایا کی مسکراہٹیں چھین کر مرصع اور مزین کئے گئے تھے آج وہ مظلوموں کے قدموں تلے روندے جا رہے ہیں۔ جہاں کل تک قہقہے گونج رہے تھے، وہاں بھیانک سناٹے ہیں۔

دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ لیکن ۷۸ء کی ابتداء سے یہ حالات سنگین نوعیت اختیار کر چکے ہیں اور اب پہلے کی نسبت مسلمانوں کا ہر لمحہ خوف و ہراس میں گذرتا ہے اور ظلم و تعدی کا یہ سلسلہ صوبہ اراکان کے ہر ڈویژن اور ہر بستی تک پھیلا ہوا ہے۔ مسلمانوں کی بستیوں کی بستیاں جلادی گئیں۔ ہزاروں مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا اور ایک لاکھ کے قریب قریب لوگوں کو برما سے نکل جانے پر مجبور کر دیا جنہوں نے عارضی طور پر چٹاگانگ میں بنگلہ دیش کی پناہ لے رکھی ہے بنگلہ دیش کی حکومت نے انہیں عارضی طور پر پناہ دیدی ہے اور حکومت برما سے ان مہاجرین کے بارے میں تفصیلات طے کرے گی کہ انہیں واپس اپنے علاقوں میں بحال کیا

برما کے مسلمان انگاروں پر چل کر اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آج جبکہ وہاں مسلمانوں کو حکومت کی طرف سے سرکاری ملازمت پر بھی مکمل پابندی ہے۔ ویزا یا پاسپورٹ حاصل کرنا تو درکنار دارالحکومت "رنگون" میں مسلمانوں کا داخلہ ممنوع ہے تعلیم کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ بیسیوں بستیاں نذرِ آتش کر دی گئی ہیں اور جرم بے گناہی کی یہ سزا مزید طول پکڑتی جا رہی ہے مسلمانوں کے لئے اپنے گھروں میں بھی امن و سکون کا کوئی پیام نہیں انکی عزت غیر محفوظ، جان و اموال غیر محفوظ ہیں کہ ان کے بیجے ہوئے اناج کو برمی حکومت چاہے تو چھین لیتی ہے اور کبھی کبھار معمولی سا معاوضہ دیکر ان پر بہت بڑا احسان کر دیتی ہے۔ ظلم و استبداد کا وہ کونسا حربہ نہیں جو ان مظلوموں کو ستانے کیلئے نہ اپنایا جا رہا ہو۔

وحشت و بربریت کے اِن نادرِ روزگار واقعات پر عالمی ادارہ تحفظ حقوقِ انسانی کی خاموشی کِس ذہنیت کی غماز ہے ــــ؟

اس زمانے کی ستم جس نے مظلوموں کو فاتح بنتے دیکھا اور اس چرخ دوراں کی گواہی جس نے ظالموں کو یوم احتساب تک پہنچتے دیکھا کہ انجام کار انہی کی کامیابی ہے جو حق و صداقت کی راہ پر چلے اور صبر کے ہتھیار سے مسلح رہے!! برما کے مظلوم مسلمانوں کی داستان مظلومیت قدرے تفصیل کے ساتھ گذشتہ شمارے میں پیش کر دی گئی ہے اور ان تفصیلات کی روشنی میں آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ موجودہ برسرِ اقتدار انتظامیہ مسلمانوں کو ہر طرف سے تنگ کرنے اور انہیں ہر اعتبار سے پس انداز کرنے کے درپے ہے۔

ظلم و استبداد کی یہ روش یوں تو ۶۲ء سے ہی شروع اور بدستور جاری ہے اور اس حکومت نے مسلمانوں کو اپنے قزاقانہ عزائم کا نشانہ بنانے میں کوئی

جائے۔ ادھر برمی حکومت کا وطیرہ یہ چل رہا ہے کہ جس زمین، مکان یا بستی سے ایک مرتبہ مسلمان کو بے دخل کر دیتے ہیں اس کی الاٹمنٹ بدھسٹوں کے نام کر دیتے ہیں ان حالات کی روشنی میں مثبت نتائج کی توقع خود فریبی کے علاوہ کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

۱۷ جنوری ۷۸ء کو اکیاب (صوبہ اراکان کا دارالحکومت) کے ایک مسلم محلے میں برمی فوجیوں کا ایک دستہ آیا اور تفتیش کے بہانے خواتین سے بدسلوکی شروع کر دی۔ ان کی نیت کے فتور کو بھانپتے ہوئے مسلمان نوجوان اپنی مسلم خواتین کی عزت بچانے کے لئے آگے آئے برمی فوج نے ان سب مسلمانوں کو گولی سے اڑا دیا۔ انہی شہداء میں اکیاب کے مشہور عالم دین مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

تو وہ زبانیں کیوں گنگ ہو جاتی ہیں جو انسانی حقوق کے تحفظ کے بلند بانگ دعوے کرتے نہیں تھکتیں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ ظلم و تعدی کے یہ لرزہ خیز واقعات بھی بین الاقوامی طاقتوں کو انسانی ہمدردی اور انسانی حقوق کے تحفظ کا احساس نہ دلا سکے؟ کیا یہ خموشی صرف اس لئے ہے کہ مظلوم قوم مذہبِ اسلام کی پیروکار ہے؟ اور کیا اس سکوت کی وجہ یہی ہے کہ لٹنے والوں کا تعلق قوم مسلم سے ہے؟ اگر یہی وجہ ہے تو پھر ہم کیوں انہیں خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کا عزم کرتے؟ اگر کفر و طاغوت اسلام دشمنی میں اپنی تمام تر پالیسیوں کے دستبردار ہونے کو تیار سے اور "الکفر مِلۃٌ واحِدۃٌ" ہونیکا پورا پورا ثبوت پیش کر رہا ہے تو اسلام کے نام لیواؤں کو مصلحت اندیشیوں نے کیوں "اِنما المؤمنون اِخوۃ" کے درس اخوت و اتحاد، ایمانی و اتحادِ ملی و قومی سے بیگانہ بنا رکھا ہے!!

آج برما کے مسلمان بچوں اور ضعیفوں کی نظریں مسلمانانِ عالم کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ پھر کوئی ہے جو ان کے حق میں آواز بلند کر سکے؟ وہاں کے محکوم مسلمان، کائناتِ ارضی کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے آزاد مسلمانوں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں پھر کوئی ہے جو ان کو اطمینان بھرا پیام سنا سکے؟

مُسلمانانِ برما کے لئے زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی ہے۔

فاضل حبیب اللہ مدیر الرشید



قومی و ملی اتحاد کی باتیں

"رضوان" لاہور مئی کے افتتاحیہ میں جناب علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی نے غور و فکر کے اہم زاویے بتاتے ہوئے، انہی زاویوں میں قومی اتحاد کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے بعض بیانات کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب کو بلا جواز، فرقہ وارانہ، مسائل کو ہوا دینے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

رضوان کے مدیر شہیر ہماری مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری اور اتحاد المدارس العربیہ" کے ناظم اعلیٰ چلے آ رہے ہیں۔

ہم علامہ صاحب کی قدر کرتے ہیں اور صورتحال کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ

اولاً حضرت مفتی صاحب کو فرقہ وارانہ مسائل سے کوئی متعلق و دلچسپی ندارد۔

ثانیاً۔ مفتی صاحب فرقہ وارانہ فساد کی آگ بھڑکانے کے سخت خلاف ہیں۔ اگر مفتی صاحب فرقہ ورانہ امور کو ہوا دینے والے ہوتے تو قومی اتحاد کے صدر نہ ہوتے۔ حضرت مفتی صاحب نے ایسے افراد کے خلاف بیانات دیئے جو مذہبی منافرت پھیلاتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے ملک کے جملہ طبقات کو متحد کرنے اور متحد رکھنے کے لئے ایسے اقدامات کئے ہیں کہ پورا ملک اور [illegible] اس کا شاہد ہے۔

جمعیتہ علماء پاکستان اور قومی اتحاد

ع سخن شناس نئی دلبرا خطا ست اینجا

یہ تنازعہ سیاسی جماعتوں کے اختلافات پر مبنی ہے جیسا کہ دیگر جماعتوں کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کا دیوبندی بریلوی امور سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہوگا کہ

ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

دیوبندی بریلوی اتحاد کے لئے حضرت مفتی صاحب کی مساعی کو ہم خوب جانتے ہیں کہ جمعیتہ اور وفاق کے اجتماعات میں مفتی صاحب ایسے لوگوں کا تعاقب کرتے ہیں جو دیوبندی، بریلوی مسائل نزاعیہ کو ہوا دیتے ہیں حتیٰ کہ اگر یہ ظن ہو جائے یا کوئی شبہ ڈالدے کہ فلاں کانفرنس اور اجتماع میں دیوبندی، بریلوی اتحاد کی فضا مکدر ہونے کا احتمال ہے تو مفتی صاحب دیوبندیوں کے بھی ایسے اجتماع میں باوجود اصرار و دعوت کے شامل نہیں ہوتے۔

اگر مدیر محترم یا کسی صاحب کو یقین نہ ہو تو اس سلسلے میں بوقت ضرورت نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محلبسہا

ایک عجیب طعنہ:

حضرت مفتی صاحب پر مختلف رسائل و جرائد کی ذمہ داری عائد کرنا کمال جسارت ہے اور مفتی صاحب کے ہم عقیدہ و رسائل کا کردار اور ان کی "افسوسناکیوں" اور "شرمناکیوں" کے متعلق اتنا عرض ہے کہ

دونوں ہاتھوں سے بجا کرتی ہے تالی اکثر
میں اکیلا ہی محبت کو نبھاؤں کیونکر ؟

"لمحہ فکریہ"

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ملک کے مشہور منکر الحدیث غلام احمد ثانی (پرویز دوم) نے عالم اسلام کے معروف شیخ الحدیث حضرت حسین احمد مدنیؒ کے خلاف ایک عجمی سازش شروع کر رکھی ہے جس کی پشت پناہی "نوائے وقت" کر رہا ہے۔ اور اسی منکر الحدیث کے فتنہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے بریلوی دوست حضرت مدنیؒ کے خلاف مضامین لکھتے ہوئے حضرات علماء دیوبند کے خلاف بغض و عداوت کا اظہار اور بعض بریلوی دانشور قسم کے لوگ اس حمام میں عریاں ہو نمایاں نظر آتے ہیں، لیکن

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

بریلوی مکتبہ فکر کے اخبارات:

لاہور، کراچی، فیصل آباد، گوجرانوالہ وغیرہ کے بریلوی رسائل و جرائد میں سے صرف ایک فیضان کے فیض کو ملاحظہ فرما لیا جائے۔ اس

بے نیض نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی داستان کذب و افترا زیب نیضان کرتے ہوئے حضرات اکابر، علماء و مجاہدین، حضرت امیر شریعت اور خود جامعہ رشیدیہ، بانیان جامعہ خصوصاً انوار ثلاثہ رشیدیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب مدظلہ، شہید فی سبیل اللہ قاری لطف اللہ مدیر الجامعہ فاضل رشیدی جالندھری کے متعلق ایسی بے سروپا الزام تراشیاں اور بہتان طرازیاں کی ہیں جن کے پڑھنے کے بعد صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین پر اکتفا کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہ

ہ نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ہمارے نزدیک ایسے گڑھے مردے اکھاڑنے والے مدیران بریلوی نادان دوست ہیں۔

رضوان کی فہرست:

رضوان میں جن رسائل و جرائد کی فہرست دی گئی ہے ان میں سے کوئی رسالہ یا جریدہ مفتی صاحب سے متعلق نہیں نہ بالواسطہ نہ بلاواسطہ حضرت مفتی صاحب ہفت روزہ خدام الدین لاہور سے متعلق اور ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور کے نگران اعلیٰ ہیں۔ مفتی صاحب کے جماعتی جرائد میں بھی اگر کوئی بات قابل اعتراض یا اتحاد کے مفاد کے خلاف شائع ہو جائے تو آپ تنکیر فرماتے ہیں خصوصاً فرقہ وارانہ مسائل کو ہوا دینے سے روکتے ہیں۔

اور کمال تعجب کی بات کہ جن جرائد و رسائل کا رضوان میں تذکرہ و شکوہ کیا گیا ہے ان میں سے اکثر رسائل تو مفتی صاحب کے مشرب سے متعلق و متفق ہی نہیں بلکہ مفتی صاحب کے مسلک کے خلاف لکھتے اور تنقیدات کرتے رہتے ہیں۔ مفتی صاحب یا قومی اتحاد، جمعیۃ علماء اسلام، وفاق المدارس کا ان سے براہ راست کوئی ربط ضبط نہیں۔ اس لئے مفتی صاحب کو گڑھے مردے اکھاڑنے کا طعنہ کہنا بالکل غیر متعلق اور افسوسناک و شرمناک ہے۔

ڈاکٹر مسعود عثمانی کا فتنہ:

کراچی سے کوئی مولوی بنام ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نہایت دجل آمیز گمراہ کن لٹریچر شائع کرتا رہتا ہے جو سلف صالحین اور جمہور اہلسنت کے خلاف ہے اس کا دیوبندی مکتب فکر سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور مفتی صاحب کے نظریات و خیالات سے قطعاً اتفاق نہیں۔ اس نام مسعود ڈاکٹر نے تو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر اور وفاق المدارس کے امیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری اور علماء دیوبند کے خلاف خاصہ زہر اگلا ہے۔ اس ڈاکٹر نے وفاق المدارس العربیہ کے امتحان میں کہیں شرکت کر کے انتہائی دجل و فریب سے کام لیا۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان ایک تعلیمی ادارہ ہے۔ کوئی طالب علم دیوبندی ہو یا بریلوی، اہلحدیث یا کوئی مسلمان بھی وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کا امتحان دینا چاہے تو وفاقی بورڈ کے امتحانات میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور اگر وفاق کو کسی غلط قسم کے آدمی کا علم ہو جائے تو وہ فتنہ کی روک تھام بھی کر سکتا ہے۔ ایسے ہی ایک ڈاکٹر نے شاید امتحان میں داخلہ لے لیا۔ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے یقینی و قطعی نہیں۔ اور شاید ڈاکٹر نے دیگر مسائل کی طرح اس میں بھی دھوکہ سے کام لیا ہو۔ بہر حال ڈاکٹر مسعود کا ہمارے مسلک سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ نیچری ہے اور اس کے لٹریچر سے انکار حدیث کی بو آتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب اور ان کی جماعت چاہتی ہے کہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قومی و ملی اتحاد قائم دائم رہے اگر اختلاف رائے بھی ہو تو کم از کم مخالفت سے ضرور پرہیز کی جائے۔

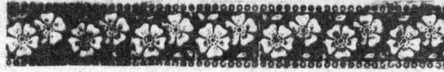
کلمہ طیبہ:

آخر میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ قاسمی کے حالیہ انٹرویو پر بات ختم کرتا ہوں حضرت قاری صاحب نے حالیہ دورہ پاکستان میں اخبارات کے نمائندوں سے اظہار خیال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"مسلمانوں کے تمام فرقوں میں گہرا اتحاد بے حد ضروری ہے فروعی اختلافات کے باعث مسلمانوں کا آپس میں کوئی رنجش رکھنا سخت افسوسناک ہے اور بے جواز چیز۔ کیونکہ ہمارا دین ہمیں بڑھنے کی تعلیم دیتا ہے کٹنے اور بچھڑنے کی ممانعت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین میں وحدت کے اسباب بے پناہ ہیں۔

اسلام کا اپنے ماننے والوں سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ آپس میں مقابلہ و مجادلہ نہ کرو۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر فرد مثبت اور معروف پہلو پر اکٹھا ہو جائے اور ملت اسلامیہ کے مشترکہ مشن میں تعاون کرے۔ جہاں تک تمام فرقوں کے اپنے اپنے جداگانہ لیکن ضمنی پہلوؤں کا تعلق ہے وہ ان پر اپنے اپنے حدود میں عمل پیرا رہ کر بھی مضبوط دینی وحدت بن سکتے ہیں۔ اس کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ منفی انداز فکر ترک کر کے تکفیر بین المسلمین کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ (مشرق ۱۰ مئی ۷۸ء)

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ



عبد الصمد صارم الازہری

رب العلمین

کسی حیوان یا انسان کے باپ کو پتہ نہیں چلتا کہ آیا اس کے نطفہ سے کوئی قیدِ حیات میں آیا ہے یا نہیں۔ باپ کو تو بعض حالات میں اس وقت تک بھی علم نہیں ہوتا جب تک کہ بچہ پیدا نہیں ہو جاتا اور بعض انسانوں یا حیوانوں کو مرتے دم تک بھی اپنی اولاد کا علم نہیں ہوتا۔ لہٰذا باپ کو تو کسی صورت میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے آنے والے مولود کے لئے رزق فراہم کیا۔ رہی ماں تو اس کو مہینوں بھی پتہ نہیں چلتا کہ آیا وہ کسی کی ماں بننے والی ہے۔ لہٰذا ماں کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپنے بچے کے لئے رزق فراہم کیا۔ رازق و رب دراصل وہ ذات ہے جس نے رحم مادر میں آتے ہی وہیں رزق فراہم کر دیا اور پرورش کا انتظام کر دیا۔ پھر جیسے جیسے رزق کی اسے ضرورت پڑتی گئی وہ اسے پہنچاتا رہا۔ یہ بھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ بچے نے خود اپنے لئے رزق مہیا کیا کیونکہ وہ تو اپنی ذات سے بھی بے خبر ہوتا ہے۔

پروردگارِ عالم ہر بچہ انسان و حیوان کے لئے رحم مادر میں ہر قسم کی حفاظت و رزق و پرورش کا انتظام کر دیتا ہے، پھر جب وہ کائنات میں قدم رکھتا ہے تو پہلے سے ماں کی چھاتیوں میں دودھ پیدا کر دیتا ہے تاکہ آنے والے مہمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ماں باپ کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے تاکہ وہ اس کی پرورش اور نگہداشت کریں۔ پھر جب دودھ اس کے لئے کافی نہیں ہوتا تو دانت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ سخت چیزوں کو چبا سکے۔

جو جانور اپنی ماں کا دودھ نہیں پیتے، پیدا ہوتے ہی انہیں رزق کی راہ سوجھا دیتا ہے۔ مرغی کا بچہ پیدا ہوتے ہی ٹھونگ مارتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے جراثیم کو ان کے رزق کی راہ دکھا دیتا ہے۔ کہیں وہ شکم مادر میں تربیت کرتا ہے تو کہیں انڈے کے اندر اور کہیں مٹی اور نجاست میں۔ جو دو ماں باپ سے پیدا نہیں ہوتے جن کا عالم میں کوئی ولی وارث نہیں ہوتا ان کو رزق کون پہنچاتا ہے۔ بے شک وہ رب العلمین ہی سب کا پروردگار ہے۔

ایک دستر خوانِ کرم ہے جو ہر ایک کے لئے بچھا ہوا ہے۔ جس میں کوئی تفریق نہیں کہ وہ انسان ہے یا حیوان، جرثومہ ہے یا بالکل بے حقیقت سا۔ کافر ہے یا مسلمان، اس کا دشمن ہے یا دوست وہ سب کو بلا تفریق کے رزق دیتا ہے اور کھلے ہاتھوں دیتا ہے، حتیٰ کہ جو اسے گالیاں دیتے ہیں انہیں بھی اسی فراخ دستی کے ساتھ دیتا ہے جس طرح کہ دوستوں کو دیتا ہے بلکہ بسا اوقات دوستوں سے بھی زیادہ دیتا ہے

بریں خوانِ یغما چہ دشمن چہ دوست!

بظاہر ہمیں ماں باپ روٹی سالن پکا کر کھلاتے ہیں مگر کیا انہیں رازق کہا جا سکتا ہے، کیا گندم انہوں نے پیدا کی، کیا سبزی انہوں نے اگائی۔ کیا کسی جانور کے جسم پر گوشت انہوں نے پیدا کیا۔ ان کو تو علم بھی نہیں کہ یہ دانہ گندم کہاں پیدا ہوا۔ سبزی کس کھیت میں اُگی۔ جانور کہاں پلا بڑھا۔ کس نے بویا، کس نے کاٹا اور پھر کس نے پیس کوٹ کر کھانے کے قابل بنایا۔

پھر یہ غذا جو کسی جانور، حیوان یا نبات نے کھائی اسے لائقِ انہضام و جزو بدن کس نے بنایا۔ آیا ماں باپ نے یا قوتِ ارضی نے؟ ماں باپ کو تو پتہ ہی نہیں کہ وہ غذا جو بچے کو کھلائی پیٹ میں جا کر کس حال میں ہے۔ زمین بے شعور ہے خود کھانے والے کو پتہ نہیں ہوتا کہ جو غذا کھائی ہے اندر جا کر اس نے کیا شکل اختیار کی، کیسے ہضم ہوئی، کیسے خون یا رطوبت میں تحلیل ہوئی، کس وقت اس نے کیا شکل اختیار کی۔ غذا کو خون یا رطوبت میں تحویل رب العلمین نے کیا نہ معدہ نے، نہ جگر نے، نہ آلاتِ انہضام نے، یہ تو مجبور محض ہیں، سبب ہیں اور مسبب الاسباب کے تابع فرمان ہیں۔ یہ سوکھی گھاس اور سوکھے پتے کیسے کسی جانور کے جزو بدن بن گئے۔ کیسے ایک پودا زمین سے غذا حاصل کرنے پر قادر ہوا اور کیسے زمین نے اس کی پرورش کی۔ زمین کو کیا ضرورت لاحق ہوئی تھی کہ اس نے اپنی چھاتی سے درختوں اور پودوں کو دودھ پلایا۔ اپنے چشموں سے مخلوقِ خدا کو سیراب کیا، اپنی ہوا سے انہیں زندگی بخشی اور پھر انہیں اپنی آغوش میں میٹھی نیند سلا دیا۔

پتھر کے اندر جو کیڑا ہوتا ہے وہ اسے بھی رزق پہنچاتا ہے اور اس کی ایک وقتِ معین تک تربیت کرتا ہے اور جب وہ ہاتھ کھینچ لیتا ہے تو ساری مخلوق ساتھ چھوڑ دیتی ہے، نہ معدہ کام کرتا ہے، نہ جگر، نہ پانی ہاتھ آتا ہے

باقی بر صـ ۱۹ پر

مکتوب کراچی

رپورٹ: محمد اسلم شیخوپوری

جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیو ٹاؤن میں

حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کی آمد و خطاب

ہمارے شیخ حضرت العلامہ بنوری رحمہ اللہ کی عادت مستمرہ تھی کہ جب بھی عالم اسلام کی کوئی بڑی شخصیت، تبلیغی جماعت کے اکابر یا دارالعلوم دیوبند کے اربابِ حل و عقد، عالم اسلام کے قضاۃ اور علماء مدرسہ میں تشریف لاتے تو طلباء کو ان کے افکار و خیالات، احساسات و رجحانات، علم و فن اور خطاب و زیارت سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کرتے اور یہ تو ناممکن تھا کہ کوئی اہلِ دل بزرگ کوئی حاملِ علم و عمل شخصیت، کوئی قدر شناس گوہر مفکر، کراچی (بلکہ پاکستان) آئے اور ہمارے حضرت رحمہ اللہ کی ملاقات اور زیارت کے بغیر چلا جائے، اس لئے کہ حضرت العلامہ کی شخصیت سراپا کشش تھی آپ کا علم و عمل، زہد و تقویٰ، متانت و وجاہت وقار و سنجیدگی، غیرت و خودداری، نجابت و شرافت، صداقت و استقلال، عزیمت و استقامت، شجاعت و سخاوت، عفت و پاکبازی، حسنِ خلق، حسنِ عمل، حسنِ سیرت، حسنِ کردار اور رقتِ قلب، وجد و جذب، قال و حال، سوز و گداز، آہ و بکا، نالہ و شیون — یہ سب اوصاف کشش ہی کے تو مختلف انداز تھے۔

بالخصوص جن حضرات کو شیخ بنوری رحمہ اللہ کی طلاقت و خندہ پیشانی، مسرت و انبساط، شیریں نوائی اور ساعہ نوازی، حسنِ معاشرت اور دلنوازی و دلجوئی اور آپ کے والہانہ استقبال اور پرتپاک خوش آمدید سے سابقہ پڑ چکا ہوتا ان کی تو قلبی بے چینی، ذہنی اضطراب اور روحانی تشنگی کا علاج حضرت رحمہ اللہ کی زیارت و ملاقات ہی میں مخفی تھا۔

حضرت رحمہ اللہ کے متعلقین کی مدرسہ میں آمد کا سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی جاری ہے اور اس اثناء میں حضرت قائد مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا خان محمد صاحب (کندیاں والے) اور جناب محمد افضل صاحب جیمہ تشریف لا چکے ہیں لیکن سب کے سب اترے ہوئے اور مغموم چہروں اداس صورتوں، ڈبڈبائی آنکھوں اور مایوس تمناؤں کے ساتھ واپس ہوئے۔

پچھلے دنوں حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی (مہتمم دارالعلوم دیوبند) نے بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے مدرسہ کو سعادت بخشی، لیکن اس حال میں کہ چہرہ پر تحیر و تفکر، حزن و ملال، رنج و غم اور حسرت و حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ نظروں میں ایک طلب اور جستجو تلاش دیا میں تھی مگر کاسۂ چشم کے لئے شیخ رحمہ اللہ کے دیدار کی بوند اب کہاں؟

حضرت قاری صاحب کو اس محرومی پر کس قدر حیرت تھی اس کا اندازہ آپ کے درج ذیل خطاب سے کیا جا سکتا ہے۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد... بزرگان محترم اور برادران دین! مدرسہ میں جتنی بھی حاضریاں ہوئیں ان میں حضرت رحمہ اللہ کے ملنے کی خوشی ہوتی تھی۔ ان کے علم و فضل، دیانت و تقویٰ اور علماء دیوبند کے عظیم رکن ہونے کی وجہ سے۔ آج پہلا موقع ہے کہ حاضری ہوئی اور وہ نہیں ہیں۔ آج نہ وہ امنگ ہے نہ جذبہ ہے۔ جب بھی آیا ہشاش بشاش آیا۔ مولانا ایک تلمیذ کی طرح ملتے حالانکہ ان کا علم ہم سے کہیں زیادہ تھا، مگر جتنا زیادہ علم ہو تواضع بھی زیادہ ہوتی ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤ۔ مولانا کے طرزِ عمل سے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ عالم ہیں۔ ان کا تعلق ان کا برتاؤ اور ان کے اخلاق یاد آتے ہیں تو غم اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ مولانا کی وفات صرف مدرسہ کا غم نہیں بلکہ موت العالِم موت العالَم کا مصداق ہے۔ جہاں تک مولانا کی ذات کا تعلق ہے تو ان کے لئے موت "الموت تحفۃ المؤمن" کا مصداق ہے۔ اسی لئے عربی میں کہا جاتا ہے کہ موت محب کو محبوب سے ملانے کا پل ہے کیونکہ کسی مقصد کو پا لینا غم کی چیز نہیں ہوتی (اور ظاہر ہے مؤمن کامل کو موت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جن کا اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے) تو ہمیں امید ہے کہ مولانا کے درجات بلند ہیں، ایک واقعہ یاد آ گیا۔ امام محمد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بعض عارفین نے انہیں خواب میں دیکھا (اور عارفین کا خواب بھی نیم کشف ہوتا ہے)، تو پوچھا کیسی گذری؟ انہوں نے جواب دیا سُنا تھا موت بڑی تکلیف کی چیز ہے میں تو فقہی مسئلہ سوچتے سوچتے گیا۔ دوسرا جملہ امام محمد رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ اللہ نے مجھے بخش دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! اگر میں نے تجھے بخشنا نہ ہوتا تو تجھے علم نہ دیتا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا بالخصوص استاذِ اکبر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم کے صحیح وارث تھے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ انشاء اللہ ان کے درجات

باقی بر ص[illegible] پر

کلیم اللہ ملک میانوالی

بچت ایک اہم قومی فریضہ ہے



بچت زندگی کے معمولات میں سے ایک اہم معمول ہے جسے اپنانے سے نہ صرف انسان کے ذاتی مستقبل پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ اجتماعی طور پر بچت کی عادت پورے معاشرہ کے لئے خوشنما اور پُرسکون ماحول مہیا کرتی ہے۔ قلیل مقدار میں باقاعدہ پس اندازی ایک دن خاندان بھر کی خوشیوں کو دوبالا کر دیتی ہے۔ حکومت پاکستان بچت کے لئے کئی اسکیموں کا مختلف ادوار میں اجراء کرتی آئی ہے اور کئی اچھی اسکیمیں اس وقت بھی چل رہی ہیں۔ لیکن ۲۳ سالہ دورِ آزادی میں سب سے خوبصورت اسکیم جو سامنے آئی تھی وہ دو ٹیڈی پیسے کے عوض ایک ٹکٹ یا ایک ٹیڈی پیسہ کے عوض دو ٹکٹ والی اسکیم تھی جس کا تسلسل برقرار رکھنے سے بحیثیت مجموعی قومی ذہن کو بچت کے اجتماعی فائدہ سے روشناس کرایا جا سکتا تھا لیکن ایسی عمدہ اسکیمیں سرکاری اعداد و شمار کے اتار چڑھاؤ میں دم توڑ گئیں اور ان کی سرپرستی نہ ہو سکی۔

ایک خاندان کے لئے بین الاقوامی اصولِ کفالت یہ ہے کہ جوں جوں اس کی معاشی بدحالی دُور ہو اور اس کے اخراجات سے زائد آمدن میں مسلسل اضافہ ہوتا جائے وہ اپنا معیار زندگی زائد آمدن کی رفتار سے کم رفتار میں بلند کرے۔ اردگرد کا جائزہ لے۔ بے تحاشا چند روز کے لئے حاصل ہونے والی زائد آمدنی کو مصرف میں نہ لائے۔ بلکہ پس اندازی اختیار کرے۔ یہ کبھی ممکن نہیں کہ ایک نوزائیدہ بے سروسامان خاندان ترقی یافتہ خاندانوں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرے۔ ایسے خاندان کو ترقی پذیر بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح ایک قوم اور ایک ملک کو بھی ایک کنبہ تصور کیا جائے اور خاص طور پر ہمیں اپنے ۳۰۔ ۳۲ سالوں پر نگاہ دوڑانی چاہیئے کہ ہم نے آزادی کی اس نعمت کا شکر ادا نہ کیا۔ اگرچہ سرکاری اذہان ہی ایسی بے عمل تدابیر اختیار کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن یہاں پوری قوم کو مورد الزام ٹھہرانا ہی صحیح انصاف ہوگا اس لئے کہ قوم نے بھی احتساب کا عمل سُست کر دیا تھا۔

بچت کے تعزیہ کی سرکاری سرپرستی سے انشاء اللہ ملک کے معاشی میدان میں انقلاب برپا ہوگا۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ سرکاری تقریبات میں بچت کو اپنایا جائے۔ سرکاری کاموں پر حکام کم سے کم صرف کریں۔ زرق برق لباس اور نت نئے ڈیزائنوں نے عام فرد کی معاشی زبوں حالی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایک مزدور جس کے گھر شام کا آٹا موجود نہیں ہوتا اسی کے گھر میں بیش قیمت ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اور مہنگے داموں خریدے ہوئے پارچات موجود ہوتے ہیں۔ یہ کتنا مناسب ہوگا کہ بحیثیت قوم ہم ایسی بے ترتیبی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں جس کو روکنے کے لئے اب محض باتوں کی نہیں عملی اقدامات کی ضرورت ہے ورنہ پھر یہ سیلاب کسی سے نہ رُک سکے گا۔ ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے لیکن جب ہم اپنے اعلیٰ حکام کے ٹھاٹھ دیکھتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس ملک کی پوشیدہ دولت اب ظاہر ہونے لگی ہے یا ہم تو واقعی کسی امیر ملک کے باشندے ہیں۔ مثلاً بڑے بڑے حکام اور سرمایہ داروں کی کوٹھیوں کے لئے گھاس تک باہر سے منگوائی جاتی ہو۔ خود پینے کا پانی امپورٹ کرتے ہوں اور ہمیں بچت کا درس دیں کس طرح ان کے اقوال ہمارے لئے قابلِ قبول ہو سکتے ہیں۔ قرآن جو پوری انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے' میں بیان ہوتا ہے کہ

"وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔"

حکومت پاکستان اگر نعیشات پر فوری طور پر پابندی نافذ کرے اور ایسی اشیاء جن کے بغیر زندگی کی گاڑی آسانی سے چلائی جا سکتی ہے بند کر دی جائیں اور ان کی درآمد پر اٹھنے والا زرِ مبادلہ بچا کر اس سے مشینری یا مخصوص ضروریات منگوائی جائیں تو قرض اور سود کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں لیکن جن تبانِ عصرِ حاضر کو ہماری قسمت کا مالک بنایا گیا ہے وہ اس پر سوچنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے اور ایک عام آدمی وہی کرتا ہے جو اس کا مالک کرتا ہے۔

بچت کی عملی تدبیر کے طور پر حضرت عمرؓ

کے گورنر بغداد کا یہ مغل رہنما رہتی دنیا تک سرکاری ضمیروں کے لیئے احتساب کا ایک کوڑا ہی رہے گا کہ جب قومی امانت تمہارے سپرد کی جائے تو اس کا بے جا اصراف نہ کرو ۔ امانتیں ذاتی طور پر استعمال نہ کرو ، بلکہ جس مقصد کے لیئے تمہارے سپرد کی جائیں اس مقصد پر بھی پس اندازی سے صرف کرو ۔ حضرت عمرؓ سالانہ معائنہ کے لیئے بغداد تشریف لائے تو رات ہو چکی تھی ۔ حضرت عمرؓ اپنے ایک حاکم کا گھر پوچھتے اس تک پہنچے تو اس کا دروازہ کھلا پایا لیکن روشنی کا انتظام نہ تھا ۔ حضرت عمرؓ نے اندھیرے میں گورنر بغداد کو آواز دی کہ خدا کے بندے دیا تو جلا لیا ہوتا ۔ تو اس نے کہا کہ سرکاری تیل صرف سرکاری کاموں پر ہی صرف ہوتا ہے اور اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا ۔ ایسے لوگ جب کوئی بات کہتے تو قوم اس کو مانتی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ عملی نمونہ بن کر دکھاتے تھے ۔



محمد علی بوگرہ مرحوم کی وزارت عظمیٰ کے دور کا ایک مشہور واقعہ ہے ۔ ایک دوسرے وزیر اعظم پاکستان جناب چوہدری محمد علی صاحب نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا ۔ بوگرہ وزیر اعظم اور محمد علی چوہدری غالباً وزیر خزانہ تھے ۔ بوگرہ مرحوم امریکہ کے دورے سے واپس آئے تو وہاں ٹیلیویژن دیکھ کر یہاں بھی ایسی سروس شروع کرنے کے احکامات جاری کر دیئے فائل وزیر خزانہ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اس پر لکھا کہ ٹیلیویژن جیسی تعیشات ترقی پذیر ہی نہیں ترقی یافتہ قوموں کے برداشت کے بھی قابل نہیں ۔ اور ہم نے تو ابھی اپنے ملک کے وجود کا استحکام بھی حاصل نہیں کیا ۔ میں بھی اس امر کی اجازت نہیں دے سکتا کہ قوم کی امانت کسی ٹھوس پروگرام اور صنعتی وزرعی ترقی کی بجائے تفریحی پروگراموں پر صرف ہو جائے بوگرہ صاحب دانت پیستے رہ گئے مگر اس مرد درویش کی جرأت نے قوم کو بے جا اخراجات سے بچا لیا تھا لیکن اس کے بعد نام نہاد دانشوروں نے قوم پر کروڑوں روپے کے اس ناجائز اضافے کا عمل مکمل کیا اور اب آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ ٹیلیویژن کے حصول کے لیئے عام فرد سے لے کر بڑے لوگوں تک کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں ۔

کفایت شعاری ۔۔۔۔ کو اپنانے سے ہی ہم بجٹ کے اصولوں پر کاربند ہو سکتے ہیں ۔ جہاں تک اسلام کے معاشی تحفظ کا تعلق ہے اگرچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ فعل قیامت تک اپنی مثال آپ ہی رہے گا کہ

پروانے کو چراغ بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیئے خدا اور رسول بس

لیکن ان قربانیوں کے ساتھ اسلام معاشرتی اصلاح کے لیئے مضبوط معاشی حالت فرد بھی لازمی قرار دیتا ہے اور معیشت بجٹ کے بغیر مضبوط نہیں ہو سکتی ۔ اسلام نے معاشی زبوں حالی کے معاشرہ پر اثرات کو تسلیم کیا ہے ۔ ایسے خارجی عوامل جو انسان کے انسان کامل ہونے میں حائل ہوں ان کے خلاف جہاد مومن کے لیئے فرض ہے ۔ اس لیئے کہ ایک اچھا انسان ہی کامل مومن ہو سکتا ہے ۔ اسلام کے نظام اخلاق اور ایمانیات کو ہم زندگی کے کسی شعبہ سے بھی خارج از بحث قرار نہیں دے سکتے ۔ اسلامی بجٹ کا تصور بھی اسی محوری نقطہ کا مرہون منت ہے کہ انسان کو بجٹ کے ذریعے جمع شدہ رقوم کو خدا کے دین کو غالب کرنے ، انسانی فلاح اور اس کے بعد انفرادی ضروریات پر صرف کرنا چاہیئے ۔ سرکاری سطح پر اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ نام نہاد شان و شوکت کو ختم کر کے ٹھوس اور عملی اقدامات پر توجہ دینی چاہیئے جن پر قومی رقوم کا مصرف بھی کم ہوتا ہے اور نتائج بھی معقول برآمد ہوتے ہیں ۔ سرکاری سطح پر قطع و برید کے بعد ہی عوامی سیکٹر میں وسیع پیمانے پر اقدامات کا عملی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے خدا کرے کہ بجٹ کو ایک اہم قومی فریضہ کی حیثیت کو ہم تسلیم کرتے ہوئے اجتماعی طور پر اس کے لیئے کمربستہ ہو جائیں ۔

بقیہ : قاری صاحب کا خطاب

بہت بلند ہیں ۔

لہٰذا ان کے لیئے تو غم نہیں ۔ غم تو پسماندگان کو ہے کہ ایک دولت چھن گئی ۔ حقیقت میں غم اپنی محرومی کا ہے ان کے وصال کا نہیں ۔

موت کو جہاں فزع الاکبر کہا گیا ہے وہاں یہ ایک خوشی کی بھی چیز ہے کیونکہ اٹھنے والے جب اٹھتے ہیں تو اخلاف کے جوہر چمکتے ہیں ۔ بڑوں کے بعد چھوٹے میدان عمل میں آتے ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو خیر و برکت کے منبع تھے اگر نہ اٹھتے تو صحابہؓ کے کمالات ظاہر نہ ہوتے صحابہؓ نہ اٹھتے تو تابعینؒ کے اور تابعینؒ نہ اٹھتے تو تبع تابعین کے کمالات ظاہر نہ ہوتے ۔ مولانا کا سب سے بڑا ترکہ مدرسہ ہے جسے انہوں نے اپنے خلوص اور وسعت علم سے پھیلا دیا ۔ اب مولانا کے پسماندگان کے جوہر کھلنے کا موقع ہے ۔ مولانا کا اٹھ جانا مصیبت ہے مگر اللہ تعالیٰ ہر مصیبت کے بعد نعمت عطا کرتا ہے ۔

مولانا نے یہاں صرف پڑھایا ہی نہیں بلکہ اشاعت علم کے بہت سے چشمے جاری فرمائے امید ہے یہ جاری رہیں گے ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کی اور ان کے نیک کام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بقیہ : رب العلمین

نہ ہوا اندر جاتی ہے اور نہ کوئی ساتھی ساتھی کام آتا ہے ۔ سب دوائیں اور سب تدبیریں بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں بلکہ الٹا اثر دکھاتی ہیں

وہ اتنی مہربانی سے سارے عالم کی تربیت کرتے کہ ماں باپ اس کے عشر عشیر بھی نہیں کرتے اور استادوں کی استادی کا تو ذکر ہی کیا ہے ۔ اس کا یہ تربیتی نظام حیوانات و نباتات تک ہی محدود نہیں ۔ پیاسی زمین کو کہاں کہاں کے سمندروں سے پانی اٹھا کر اس کی پیاس بجھاتا ہے اور پھر یہ زمین اس کی مخلوق کی پیاس بجھاتی ہے ۔ جی چاہتا ہے مولیٰ تعالیٰ کہیں ہاتھ لگ جائیں تو ان سے پوچھوں آپ کو اس قدر تخلیق و تربیت کا شوق کیوں ہے ؟ الحمد للہ رب العالمین

احتساب کے مثبت نتائج کے بغیر انتخاب کے مثبت نتائج ممکن نہیں

احتساب کے موجودہ طریق کار سے فائدہ میں کون؟

عوام ——— عبوری حکومت ——— یا مجرم ——؟

گزشتہ اکتوبر ۷۷ء کے انتخاب کو اس لئے ملتوی کیا گیا تھا کہ عبوری حکومت نے سیاسی جوہڑ سے کچھ مردار مچھلیوں کو نکال باہر کرنے کا ارادہ کیا تاکہ غلاظت کے تعفن سے جوہڑ سیاست نہ صرف صاف ستھرا ہو سکے بلکہ عمل تطہیر کے برمحل نتائج سے سیاست ایک پاکیزہ عمل بن کر سامنے آئے اور گزشتہ بر سہا برس سے جس پراگندگی کے سبب صحت عامہ متاثر تھی اس کو صحیح سمت میں ڈھالا جا سکے۔ ایسے عمل خیر کے تعاون میں جس قسم کی توقع مسلم معاشرہ میں مظلوم و بے کس عوام سے ہونی چاہیئے تھی' وہ پوری ہوئی اور اس عمل کے برمحل آغاز کو بے حد سراہا گیا۔

عبوری حکومت کو زمام اقتدار سنبھالے ایک سال کا عرصہ گذرنے کو ہے لیکن اس ایک سال کے عرصہ میں ملک کے مسائل میں اضافہ تو ہوا ہے ان کا حل کچھ نہیں سامنے آسکا۔

عبوری حکومت نے احتساب کا جو طریق کار اختیار کیا ہے اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ اوباش و بد قماش قسم کے چند وہ افراد جو اسمبلی ممبر بننے میں کامیاب ہو گئے تھے، یا انہوں نے الیکشن میں حصہ لینے کا خود کو اہل پایا تھا، ایسے افراد کا محاسبہ کیا جبکہ محاسبہ کا مفہوم اپنے معانی و مطالب اور ضرورت وقت کی وجہ سے اس محدود دائرہ کار میں نہیں سمٹ سکتا تھا اس لئے کہ احتساب صرف انہی چند اشخاص کے لئے ضروری نہیں بلکہ انتظامیہ اور نوکر شاہی کے وہ افراد جو ملک و قوم اور ارض پاک کے لئے بارگراں بنے ہوئے ہیں ان کا بھی احتساب ضروری تھا۔ کیا ایسے افراد کے احتساب کی ضرورت نہیں جو ان اسمبلی ممبران سے ناجائز مراعات، بے جا اسراف و تعیش، عیش پسندی و عیش کوشی کے حصول کے لئے بے دریغ اثر و رسوخ کے استعمال سے غلط فوائد اٹھاتے رہے ہیں؟ آج ایسے افراد کی حوصلہ شکنی نہیں ہو سکی۔ اول تو خود اسمبلی ممبران کا احتساب بھی کوئی عبرت آموز احتساب نہیں ہے جسے دیکھ کر دوسروں کی دیدۂ و قلب عبرت حاصل کر سکے اور جرائم کی حوصلہ شکنی ہوتی ہو۔ اب تک جن افراد کا محاسبہ مکمل ہوا ان کو صرف انتخاب میں (سیاست میں نہیں) حصہ لینے سے مارشل لاء کے ضوابط کے تحت روک دیا گیا، حالانکہ خود خصوصی ٹربیونل نے ان پر نااہلیت کے لئے بہت سے الزامات کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ سرکاری حیثیت کا غلط استعمال، سرکاری ذرائع کا غلط استعمال۔ سرکاری خزانوں میں لوٹ کھسوٹ اور ظلم و تعدی کی ناجائز کارروائیاں ایسے الزامات ان پر ثابت ہو چکے ہیں۔ بعد از ثبوت ان کی سزا صرف سیاسی نوعیت کی ہے، جبکہ جرائم جو ثابت ہو رہے ہیں وہ اخلاقی نوعیت کے ہیں۔ کیا کسی چور کو چوری کے ثبوت کے بعد یہ سزا دینا کافی ہے کہ وہ سیاست میں نہیں بلکہ صرف انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتا وہ بھی صرف سات سال کے لئے۔

کیا ملک کی دولت لوٹنے والے کے لئے یہ سزا کافی ہے کہ وہ لوٹے ہوئے خزانے سے آج بھی داد عیش اسی طرح وصول کر رہا ہو، ملک دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہو اور اس کی سزا صرف یہ کہ وہ انتخاب میں حصہ نہیں لے سکتا؟

اسی طرح وہ افراد جو ہمیشہ سے مراعات حاصل کرتے چلے آئے ہیں وہ آج بھی پیش پیش ہیں اور کل کلاں جو حکومت بنے گی تو وہ پھر پیش پیش ہوں گے۔ ایسے احتساب سے مثبت نتائج نہیں نکل سکتے اور نہ ہی اس سے ملک کا مفاد وابستہ ہو سکتا ہے۔ اس سے صرف مارشل لاء طویل ہو سکتا ہے جو ہر محب وطن کے لئے تشویش کا باعث بن سکتا ہے۔ بصورت دیگر احتساب کے طریق کار کو مؤثر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے دائرہ کار کو بھی وسیع کیا جائے اور احتساب کی زد میں آنے والے افراد کو سبق آموز "تاریخی" سزائیں دی جائیں۔

احتساب کی زد میں آنے والے بڑے مجرم

ذوالفقار علی بھٹو کے متعلق یہ بات عرض کرنا بے جا نہ ہوگی کہ مسٹر بھٹو پر مقدمۂ قتل میں ملوث ہونے کے بعد ان پر فرد جرم عائد کر دی گئی اور اس طرح ان کو سزائے موت سُنا دی گئی۔ مقدمہ چونکہ اسلامی قوانین کے تحت نہیں بلکہ برطانوی قوانین کے تحت چلا ہے تو اس میں سزائے موت کے مجرم کے لئے یہ گنجائش موجود ہے کہ ایسے ملزم کو سزائے عمر قید بھی دی جا سکتی ہے۔ اس لئے غیر ملکی اپیلوں کی بھرمار شروع ہوئی۔ اسلامی قانون کی موجودگی میں قتل کا کیس ایسے قوانین کے تحت نہیں چل سکتا۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ مسٹر بھٹو کو صرف اسی مقدمہ کے تحت سزا دی جائے؟ جبکہ اس فیصلہ کو جو ہماری عدالتوں نے بغیر کسی دباؤ اور سیاسی ضرورت یا مجبوری کے تحت کیا ہے غیر ممالک تسلیم کرنے کے لئے تیار نظر نہیں آتے۔ اس کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔

کیوں نہ ہم مسٹر بھٹو پر ملک کو دولخت کرنے کا کیس چلائیں اور اس میں شامل دیگر افراد کو جن میں سابق صدر یحییٰ خان سر فہرست ہیں انہیں بھی شامل کیا جائے اور اس میں جو سزا عدالت قاتلانِ ملک کو دے گی اس پر کسی صاحبِ عقل و دانش کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ صرف محمد احمد خان مرحوم کے قتل کے لئے تو اتنی جدوجہد اور کوشش کی جائے لیکن ملک کو توڑنے پر مقدمہ چلانے کے لئے ہم نے ابھی تک کوئی ابتدائی کاروائی بھی نہ کی ہو۔؟ کیا یہ خود ہم اپنے ساتھ تو زیادتی کے مرتکب نہیں ہو رہے اور کیا حق و انصاف اور عدل کے تقاضے اسی طرح پورے ہوتے ہیں؟

میرے خیال میں اگر مسٹر بھٹو کو ملک کے دولخت کرنے کے جرم میں سزا ملتی تو غیر ملکی اپیلوں کا اس طرح تانتا ہرگز نہ بندھتا۔

اور اب جبکہ بے گناہ یحییٰ خان بھی از خود عدالت میں بیان دینے کی پیشکش کر چکا ہے تو حب الوطنی کا تقاضہ ہے کہ ہر دو افراد کو عدالت میں طلب کیا جائے اور اس مسئلہ کو کسی بھی سرد مہری کے بغیر پایۂ تکمیل تک پہنچا کر دنیا کے سامنے آشکارا کر دیا جائے کہ مسٹر بھٹو کا حقیقی روپ کیا ہے؟ اور اوپر کا خول کیا ہے؟ تاکہ ان کی بے گناہی کی حامی بھرنے والے افراد اس بات کو سوچ سکیں کہ اگر خود ہمارے اپنے ملک کے ساتھ یہ حادثہ پیش آتا تو ہمارا اپنا طرزِ عمل ایسے قومی مجرم کے ساتھ کیا ہوتا؟ اور ہم سے اپیل کی جاتی تو اس اپیل کی نوعیت کیا ہوتی؟ اور اس پر عمل درآمد سے قومی مجرموں کی حوصلہ افزائی کیونکر نہ ہوتی؟

حال ہی میں مزید انکشاف، جس نے اور بھی چونکا دیا ہے، یہ ہوا ہے کہ حکومت اس بات پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہے کہ مسٹر بھٹو کے دورِ حکومت سے متعلق قرطاسِ ابیض شائع کیا جائے یا نہ؟ کیونکہ اس سے ملک کی توہین ہوگی۔ حکومت کا نقطۂ نظر اپنی جگہ مگر ہمیں اس بات کو تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ وہ لوگ جو احتساب سے بچ کر غیر ممالک میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور مسٹر بھٹو کو مظلوم بنا کر دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں ایسے میں ضروری ہو جاتا ہے کہ بھٹو حکومت کے کردار کو بے نقاب کیا جائے تاکہ لوگوں کو فیصلہ کرنے میں تصویر کے دونوں پہلو دیکھنے کا موقع مل سکے۔ اس طرح ان لوگوں کے پروپگنڈہ سے جو ملک کی توہین ہو رہی ہے اور غیر ملکی پریس جس تیزی کے ساتھ ان کی ہمنوا بن چکی ہے اس پروپگنڈہ کو ختم کرنے اور صحیح صورتحال کے لئے قرطاسِ ابیض کی اشاعت ناگزیر ہے اور ان کے پروپگنڈہ کے غلط تاثر کو ختم کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ — بہر کیف احتساب کے موجودہ طریق کار نے عوام کی توقعات کو ہرگز ہرگز پورا نہ کیا۔

کیا کوثر نیازی کے جرم کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت ہے؟

بھٹو کے جرم کے ثبوت کے لئے کسی مقدمہ چلانے کی ضرورت ہے؟

مصطفےٰ کھر جو لندن میں خود فوجی حکومت کو بدنام کر رہا ہے اور افواج پاکستان کے عزت و وقار کو جس طرح دھچکا لگ رہا ہے، کیا وہ ایسے گلچھڑے اڑاتا رہے۔ اس بارے میں افواج پاک کب تک خاموش رہے گی؟

پاکستان میں بسنے والے محبِ وطن افراد کے جذبات ہیں۔ پاکستان میں کسی قسم کا مسئلہ ہو۔ ہمارا آپس میں نزاع اور اختلاف ممکن ہے۔ ایک مسئلہ پر آراء مختلف ہو سکتی ہیں لیکن یہ تو غیر مختلف فیہ اور غیر متنازعہ فیہ بات ہے کہ اس طرح ملک اور ملک کے عظیم اداروں کے خلاف غیر ملک میں پناہ لے کر ملک کی عزت کو چیلنج کیا جائے؟ آخر عبوری حکومت مصطفےٰ کھر کو بین الاقوامی ضابطوں کے تحت کیونکر پاکستان واپس نہیں بلاتی۔

اگر چند صحافیوں کو اس لئے کوڑے مارے جا سکتے ہیں کہ وہ عبوری حکومت کے خلاف مواد شائع کرتے ہیں تو مصطفےٰ کھر جیسے بدنام زمانہ کو جو پاکستان کی سالمیت کے درپے ہے اور اس کے استحکام کو کسی نہ کسی پہلو نقصان پہنچانے پر تلا ہوا ہے کیا ایسے مجرم کوڑوں کی سزا کے مستحق نہیں ہو سکتے؟

مولانا کوثر نیازی پر آخر اعتماد کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟ ایک طرف تو وہ عبوری حکومت سے مذاکرات کر رہا ہے اور اسکو قومی حکومت یا مخلوط حکومت کیلئے ناگزیر سمجھا جا رہا ہے اور دوسری طرف عدالت میں درخواست دی جا رہی ہے تاکہ مسٹر بھٹو سے جیل میں ملاقات کی جا سکے۔ اس بات کے سامنے آنے کے بعد بھی مولانا کی وفاداریاں عبوری حکومت کے سامنے مشکوک نہیں؟ عبوری حکومت کو ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ کل کے [illegible] کار نہ ہو سکیں گے اور ان بیساکھیوں نے جس طرح اپنے سہارا لینے والوں کو کل بدنام کیا تھا آج ان کے ذریعے کسی نیک نامی کی توقع رکھنا عبث ہے۔ ایسے ایسے افراد پر اعتماد کرنے کی بجائے احتساب کے موجودہ طریق کار کو مؤثر بنایا جائے اس لئے کہ موجودہ طریق کار سے نہ تو عوام کا کوئی فائدہ ہے اور نہ خود عبوری حکومت کا۔ البتہ ان مجرموں کو ڈھیل ملتی ہے اور یہ پھر سے اپنے پر کھولنے لگے ہیں۔

شہر شہر سے

ترتیب قمر ہاشمی

اصلاحی کمیٹیوں میں غیر جانبدار اور دیانتدار افراد منتخب کئے جائیں

جمعیۃ علماء اسلام کا مطالبہ

رحیم یار خان: جمعیۃ علماءِ اسلام ضلع رحیم یار خان کے قائم مقام امیر مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی، جمعیۃ علماءِ اسلام ضلع رحیم یار خان کے جنرل سیکریٹری مولانا غلام مصطفےٰ، جمعیۃ علماءِ اسلام ضلع رحیم یار خان کے ناظم مولانا قاری حماد اللہ شفیق نے اپنے بیان میں مطالبہ کیا کہ اصلاحی کمیٹیوں میں ایسے افراد کو منتخب کیا گیا ہے جو دلالے قسم کے لوگ ہیں یا پھر ان کا تعلق بھٹو گروپ سے ہے جن کی زیادتیاں اور ظلم تاریخ میں مٹ نہیں سکتے۔ اس لئے انہوں نے مطالبہ کیا کہ اصلاحی کمیٹیوں میں غیر جانبدار افراد اور دیانتدار قسم کے لوگ منتخب کئے جائیں تاکہ عوامی مسائل صحیح لوگ حل کر سکیں۔ اگر وہی پرانی روش اپنائی گئی اور پھر وہی پرانے گرگے آگے آگئے تو پھر تو پھر وہی بدعنوانیاں ہوں گی اور مسائل حل ہونے کے بجائے اور زیادہ ہوں گے۔ نیز انہوں نے ضلع رحیم یار خان میں بڑھتی ہوئی چوریوں پر اظہار تشویش کیا خصوصاً تھانہ رکن پور عبدالحئی نامی جو علاقہ کا مشہور بدنام زمانہ زمیندار ہے لوگوں کو بہت تنگ اور ناجائز مقدمات میں پھنسا رہا ہے۔ اس لئے ایسے بدنام زمانہ لوگوں کو سخت ترین سزا دی جائے اور ایسے لوگوں کے خلاف کارروائی کرکے عوام کو ان کے مظالم سے نجات دلائی جائے۔

اصلاحی کمیٹیاں:

گذشتہ دنوں حاجی عبدالمجید ایڈوکیٹ امیر جمعیت علماء اسلام شہر سانگھڑ نے اپنے پریس بیان میں کہا ہے۔ موجودہ اصلاحی کمیٹیاں بعینہٖ "غیر اصلاحی کمیٹیاں" بن کر رہ گئی ہیں۔

جناب حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے بیان کی انہوں نے پرزور تائید کی ہے اور عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو حقیقت سے روشناس کرائیں کہ عوام کی ترجمان کمیٹیاں ہی عوام کی رہبری کر سکتی ہیں۔ وہ لوگ جن کا ماضی داغدار ہے وہ ان کمیٹیوں کے عہدیدار رہنے کے اہل ہرگز نہیں ہیں ||||

عیادت اور دعائے صحت

جمعیۃ علماءِ اسلام کے ممتاز رہنما حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب جو کہ اڑھائی سال سے صاحب فراش ہیں حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم العالیہ آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور صحت کے لئے دعا فرمائی۔ آپ کے ہمراہ حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب، حاجی غلام دستگیر صاحب، صاحبزادہ فضل الرحمٰن صاحب ڈاکٹر منظور احمد جاوید ایڈیٹر عزم نو بھی تھے۔

بیرونی ممالک:

بیرونی ممالک میں پاکستانی سفارتخانوں نے بھٹو حکومت کے دور میں ہونے والے مظالم کی صحیح تشہیر نہیں کی ہے جس کی وجہ سے دنیا پاکستان کے عوام پر ہونے والے ظلم و تشدد سے بے خبر ہے اور اس بے خبری کی وجہ سے بھٹو کی حمایت میں اپیلیں کر رہے ہیں۔

پاکستان قومی اتحاد کے مرکزی رہنماؤں کے موجودہ اجلاس میں ایک وفد تشکیل دینے کی تجویز پیش کی جا رہی ہے جو بیرونی ملک جا کر سابقہ حکومت کے دور میں ہونے والے غیر انسانی مظالم اور غیر جمہوری کردار سے دنیا کو روشناس کرائے۔ خاص طور سے پاکستان کے دوست ممالک کے عوام کو ان ظلم و تشدد اور تقریباً تیس سیاسی لیڈروں کے بیدردانہ قتل اور بھٹو شاہی کی عیاشیوں سے آگاہ کرے گا۔ اس طرح ملک و قوم کی ایک اہم خدمت ہو سکے گی۔

کوٹ سمابہ:

گذشتہ روز مورخہ ۲۵-۲۶-۲۷ مئی کو کوٹ سمابہ خان پور ظاہر پیر اور حلقہ حسن آباد میں تبلیغی اجتماعات ہوئے جس میں مولانا قاری حماد اللہ شفیق۔ مولانا خان محمد عبدالرحیم ماجد نے خطاب کیا۔ ان اجتماعات میں اصلاح معاشرہ کے لئے اس بات پر زور دیا گیا کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ ملک میں بڑھتے ہوئے جرائم پر اظہار تشویش کیا گیا ہے اور کہا گیا کہ جرائم کی رفتار صرف اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے ختم ہو سکتی ہے کیونکہ انتظامیہ میں ایسے بدعنوان لوگ ہیں جو مارشل لاء کو بہانہ بنا کر غریب عوام کو لوٹنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ اس لئے

سیاستدانوں کی طرح ایسے افسران کا بھی کہ غریبوں کا خون چوس رہے ہیں ان کا بھی محاسبہ کیا جائے۔

اجتماعات میں اسلامی نظام کے نفاذ پر زور دیا گیا اور کہا گیا کہ عبوری حکومت اپنے عہد کے مطابق ملک میں آئین اسلام کے نفاذ کا اعلان کرے۔

انہوں نے کہا ضلع رحیم یار خان میں اصلاحی کمیٹیاں ناقابل برداشت ہیں جبکہ ان اصلاحی کمیٹیوں میں ایسے اشخاص ہیں جن کی اکثریت پولیس کی ٹاؤٹ ہے یا پھر بدعنوان ہیں۔ اس لئے ایسی اصلاحی کمیٹیاں حکومت کو بدنام کریں گی نیک نامی بھی نہیں ہوگی بلکہ یہی لوگ حکومت کو نقصان پہنچائیں گے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اصلاحی کمیٹیوں کو ختم کیا جائے۔

ایک چراغ اور بُجھا!

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم و بانی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر بروز ہفتہ ۲۰ سی کو اس دنیائے فانی سے واصل باللہ ہو گئے۔

مرحوم بہت بڑے عالم اور متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ اسلاف کا نمونہ اور نشانی تھے۔ ملتان شہر میں اتنی عظیم دینی درسگاہ کا مطالعہ کرنے سے ان کی شخصیت کا اندازہ لگتا ہے۔ مرحوم نہایت سادہ طبیعت اور نہایت سادہ لباس کے مالک تھے۔

آپ نے اس دور اور حالات میں دین کی خدمت شروع کی پورا پاکستان آپ کے جاری کردہ چشمے سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ مدرسہ نے آپ کے اہتمام میں چند دنوں میں بلند پایہ ترقی کی۔ مدرسہ قاسم العلوم سے ہزاروں کی تعداد میں عالم محدث مؤذن بن کر نکلے اور پاکستان میں دین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ رحمتوں سے نوازے اور ان کے جاری کردہ چشمہ کو سرسبز و شاداب رکھے۔ مرحوم کے پسماندگان کو خصوصاً استاد مکرم مولانا محمد قاسم عبدالبر کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ آمین۔

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فی الفور نافذ کیا جائے!

کراچی (پ ا) قومی اتحاد اور جمعیۃ علمائے اسلام

جمعیۃ علماء پاکستان کے ساتھ معاملہ سلجھ جانے کا امکان ہے

قاری نور الحق قریشی

گذشتہ دنوں چنیوٹ سے ملتان جاتے ہوئے فیصل آباد میں مختصر قیام کے دوران کارکنوں اور اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے قاری نور الحق قریشی، ناظم عمومی جمعیۃ علمائے اسلام صوبہ پنجاب نے فرمایا کہ عنقریب قومی اتحاد کے غیر رسمی اجلاس میں جمعیۃ علماء پاکستان کے ساتھ مصالحتی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں معاملہ سلجھ جائے گا نیز دیگر جماعتوں کے ساتھ بھی افہام و تفہیم کے ذریعے اختلافات کو ختم کر دیا جائے گا۔ قاری صاحب نے یقین دلایا کہ ہم اتحاد کو ہر قیمت پر قائم رکھنے اور اسے مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ ملک میں گذشتہ تحریک کے عظیم مقصد نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کو عمل میں لایا جا سکے۔

خان قیوم کی مسلم لیگ میں شمولیت پر قاری صاحب نے فرمایا کہ ہم اپنی حلیف جماعت مسلم لیگ اور اس کے قائدین کو خصوصاً چوہدری ظہور الٰہی کو مشورہ دیں گے کہ وہ سٹر کھر اور ضعیف رائے کے کردار اور عمل سے سبق حاصل کریں کیونکہ خان صاحب ان سے کہیں زیادہ خود غرض واقع ہوئے ہیں اور بھٹو کے مظالم میں برابر کے شریک ہیں لہٰذا وہ پہلے سوچ لیں کہ قوم کو اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک میں زخم خوردہ عوام کو کیا جواب دیں گے۔ مسلم لیگ خاں صاحب کے بغیر بھی فعال اور مستحکم ہو سکتی ہے خان صاحب صرف مرد کا دم دھن ہیں، مرد عزم آہن نہیں ہیں۔ اب قوم پہلی سی بھولی نہیں کہ وہ خانصاحب ایسے خود غرض اور سودے بازوں سے بہت اچھی طرح واقف ہو گئی ہے۔ بنا بریں ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ خانصاحب نہ صرف قومی اتحاد بلکہ مسلم لیگ اور ملک و قوم کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ قبل ازیں بھی خانصاحب نے مسلم لیگ کو تقسیم کر کے کمزور کیا تھا۔

قاری صاحب نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ سیاسی پابندیاں نرم یا کم کی جائیں تاکہ ملک میں سیاسی عمل جامد ہو کر نہ رہ جائے جس کے نتیجہ میں درپردہ تخریب کار نوکر شاہی کی معیت میں نئے گل نہ کھلا سکیں۔

کچی آبادی غلام محمد آباد کالونی کے ایک وفد کی شکایت سن کر قاری صاحب نے وفد کو یقین دلایا کہ وہ مارشل لاء حکام سے کچی آبادی کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دینے اور ان غریب شہریوں سے سود در سود کی رقوم وصول نہ کرنے پر زور دیں گے۔

اسی روز شام قاری صاحب ملتان کے لئے روانہ ہو گئے۔ امیر شہر سے جمعیۃ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن نے اور ڈاکٹر محمد حنیف عارف نے قاری صاحب کو الوداع کیا۔

لیاری کے رہنما امیرزادہ خان سواتی نے ایک بیان میں جنرل محمد ضیاء الحق کے حالیہ بیانات کو جو اسلامی نظام سے متعلق جنرل صاحب نے دیئے ہیں بے حد سراہا ہے اور پرزور مطالبہ کیا ہے کہ بلا تاخیر ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ کر دیا جائے جو کہ گذشتہ تیس برسوں سے عوام کا دیرینہ مطالبہ ہے۔ اور اس کے فوری نفاذ میں جنرل صاحب کو کوئی بھی رکاوٹ نہیں ہے۔

سواتی صاحب نے کہا کہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے ذریعہ ہی ملک سے لادینیت، دہریت، رشوت، سود، اقربا پروری، بے پردگی، بے حیائی اور بے روزگاری کی لعنتوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

یوم سیدنا ابوبکر صدیق رض

ٹیکسلا۔ انجمن شبان اسلام کے صدر محمد رفیق صاحب ناظم اعلیٰ صلاح الدین صاحب اور انجمن

غلامان محمدؐ کے صدر محمد حنیف بدر ، جنرل سیکرٹری محمد اقبال خاور، انجمن محبان صحابہ کرام رضی کے قاری حبیب الرحمٰن صدیقی نے ایک مشترکہ بیان میں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کے ناظم اعلیٰ مولانا سید عبدالمجید ندیم کے اس بیان کی پرزور تائید کی ہے کہ یوم سیدنا ابوبکر صدیقؓ سرکاری طور پر منایا جائے اور اس موقع پر عام تعطیل کی جائے ۔ ریڈیو ۔ ٹی ۔ وی سے گانے بند کرکے اس دن سیدنا صدیق اکبرؓ کے فضائل مناقب بیان کئے جائیں ۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ :

مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ ٹیک سنگھ کے امیر اور جامعہ مسجد غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے خطیب مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کی خوشدامن گذشتہ روز طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں ۔ وہ کافی عرصہ سے علیل تھیں ۔ گذشتہ ماہ ان پر فالج کا شدید حملہ ہوا تھا جو جان لیوا ثابت ہوا ۔

مرحومہ کو ان کے آبائی گاؤں چک ۵۱۱ دینا پور ضلع ملتان میں سپرد خاک کر دیا گیا ۔ نماز جنازہ میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی جمعیۃ علماء اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے امیر حافظ شیخ عبدالحمید ، نائب امیر حاجی عبدالکریم ، ناظم اعلیٰ احمد یعقوب چوہدری ، ناظم صوفی محمد صدیق عتیق اور خازن حاجی گل محمد نے اس سانحہ پر مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی سے اظہار تعزیت کیا ہے ۔

اظہار تعزیت :

ٹوبہ ٹیک سنگھ ۔ جمعیت علماء اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہنماؤں مولانا محمد عمر لدھیانوی ۔ مولانا محمد اعز صدیقی ۔ مولانا پیر محمد صدیق لدھیانوی ۔ صوفی محمد صدیق عتیق ۔ حافظ عبدالحمید ۔ ملک گل محمد ، مولانا محمد اکرم قاسمی مولانا نور محمد ۔ صوفی محمد علی اور احمد یعقوب چوہدری نے مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے مہتمم اور بزرگ مذہبی رہنما حضرت مولانا مفتی شفیع کی رحلت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی وفات کے باعث ملت اسلامیہ ایک بلند پایۂ عالم دین اور عربی زبان کے مایۂ ناز استاد کی خدمات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی ہے ۔

درین اثنا مدرسہ جامعہ مدنیہ حنفیہ چوک جھنگ گھر مدرسہ جامعہ فاروقیہ سرہند بستی ۔ مدرسہ عربیہ قادریہ نیو اسلام پورہ اور مدرسہ اسلامیہ عربیہ رجسٹرڈ مرکزی جامعہ مسجد میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم و مغفور کے انتقال پر خصوصی تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے جن میں حضرت مفتی صاحب کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا گیا ۔

تعزیتی اجلاسوں میں مولانا سید سلمان احمد عباسی مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی ۔ مولانا محمد عمر لدھیانوی مولانا پیر محمد صدیق اور حافظ بشیر احمد عثمانی شریک ہوئے ۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی علمی اور مذہبی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کی وفات کو علمی اور دینی حلقوں کے لئے ایک بڑا سانحہ قرار دیا گیا ۔ ان اجلاسوں میں حضرت مفتی صاحب کی مغفرت کے لئے خصوصی دعائیں مانگی گئیں اور ان کے ایصال ثواب کی خاطر قرآن خوانی کی گئی ۔

تعزیتی اجلاس : (کروڑ لعل عیسن)

گذشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام کا تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا ۔ حضرت مولانا کی وفات پر تعزیت کی گئی مولانا کے پسماندگان کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کروڑ لعل عیسن ان کے غم میں برابر کی شریک ہے ۔ مولانا کی دینی و ملی خدمات کو سراہا گیا ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب العزت مولانا کی مغفرت فرمائیں ۔ آمین ۔ ثم آمین ۔

شیخ عبدالمجید سندھی :

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کے رہنما محمد عثمان الوری نے کہا ہے کہ سندھ کے معروف رہنما اور بزرگ سیاستدان شیخ عبدالمجید سندھی کے انتقال سے ملک کے حریت پسند اور اہل علم اور صحافی حلقوں میں صف ماتم بچھ گئی ہے ۔ مرحوم ایک نو مسلم گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور تحریک آزادی اور تحریک ریشمی رومال میں نمایاں خدمات انجام دے چکے تھے ۔ انہوں نے قومی ۔ صوبائی اسمبلی میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ متحدہ ہند سے علیحدہ کرنے میں حصہ لیا تھا ۔ مرحوم علماء حق کے قدردان تھے اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ ، مولانا محمد صادق کھڈہ کراچی اور مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا عبیداللہ سندھی سے قریبی تعلق تھا ۔ وہ سندھ میں اخوت و محبت کا پیغام دیتے رہے ۔ قیام پاکستان کے بعد سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی تھی ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

خلفائے راشدین :

رحیم یار خاں : مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ایک بیان میں حکومت پاکستان سے پرزور مطالبہ کیا کہ خلفاء راشدین کے ایام سرکاری سطح پر منائے جائیں ۔ وہ یہاں مکی مسجد رحیم یار خان میں خطبہ جمعہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کر رہے تھے جس میں انہوں نے امام المسلمین خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بلافصل امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبرؓ کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈالی اور ایک قرارداد پیش کی جس کو حاضرین نے بالاتفاق منظور کر لیا جس میں کہا گیا تھا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا یوم وفات سرکاری سطح پر منایا جائے اور سیرت صدیقؓ کو ریڈیو اور ٹیلیویژن پر نشر کیا جائے ۔

شیخ الہند دنیائے اسلام کے عظیم انقلابی راہنما تھے :

خانپور : مولانا سید عبدالمجید ندیم ، ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ حقوق اہلسنت پاکستان نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند علم و حکمت کا سرچشمہ ہے جس سے ہزاروں محدث ، مفسر ، مورخ ، مجاہد ، خطیب ، ادیب ، مبلغ اور واعظ بنے ۔ اس عظیم یونیورسٹی کے سب سے پہلے طالب علم حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو بلاشبہ دنیائے اسلام کے عظیم انقلابی رہنما اور علماء و مشائخ و عوام و خواص کا مرجع بنے ۔

مولانا عبدالمجید مدیم خانپور میں عظیم الشان شیخ الہند کانفرنس سے خطاب فرما رہے تھے۔ انہوں نے کہا حضرت شیخ الہندؒ کے لگائے درخت کے ہر پھول کی شان جدا ہے۔ سیاست کے امام عبیداللہ سندھیؒ حریت کے پیکر سید حسین احمد مدنیؒ، تصوف کے امام اشرف علی تھانویؒ، تبلیغ کے امیر مولانا محمد الیاسؒ، تدریس کے بادشاہ سید محمد انور کشمیریؒ، خطابت کے شہنشاہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، ولایت کے مالک مولانا احمد علی لاہوریؒ تھے۔ یہ سب حضرت شیخ الہندؒ کی دن رات محنت کا ثمرہ تھا۔ انہوں نے کہا تحریک ریشمی رومال کی قیادت بھی حضرت شیخ الہند نے فرمائی۔

سیف الرحمٰن درخواستی صدر بزم شیخ الہند خانپور نے (حضرت شیخ الہندؒ اور آپ کے تلامذہ) کے موضوع پر خطاب کیا۔

آہ ۔ حضرت مفتی محمد سعید میانوی   آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے۔

حضرت استاذ المحترم کے حکم پر ۱۶ ۔ ۱۷ اپریل مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی کے جلسہ پر حاضری دی۔ ۲۰ اپریل کو جب واپسی بھیرہ ہوئی تو ایک المناک خبر سنی کہ علاقہ کے مشہور عالم دین حضرت مفتی محمد سعید صاحب میانوی کا انتقال ہو گیا اور آج ہی نماز ظہر سے قبل ان کی تدفین و تکفین بھی ہو چکی۔ جنازہ سے محرومی پر سخت افسوس ہوا اور بجنازہ گرنہ آئی بہزار خواہی آمد پر عمل کرتے ہوئے علی الصبح ان کے صاحبزادگان حافظ ثناء اللہ اور قاضی ضیاء اللہ اور ان کے مدرسہ کے صدر مدرس قاری محمد حسین صاحب کی خدمت میں حاضری دی اور ان کے حکم پر جمعہ کے خطبہ میں ان کو خراج تحسین پیش کیا قارئین ترجمان اسلام کی خدمت میں بھی اس شخصیت کا ذکر خیر باعث برکت سمجھتا ہوں۔

....

حضرت مفتی محمد سعید صاحب کے والد کا اسم گرامی حافظ محمد ادریس صاحب اور دادا کا نام حافظ حبیب اللہ صاحب تھا۔ ان کے خاندان میں سات پشتوں تک حفاظ ہیں۔ ولادت اپنے آبائی گاؤں چاولی تحصیل چکوال میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبلپوری اور قاضی شمس الدین صاحب سے حاصل کی اور دورۂ حدیث شریف حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی سے ڈابھیل میں پڑھا۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ بیعت تھا۔

عرصہ چالیس سال سے تحصیل پھلوال کا مشہور قصبہ میانی جو بھیرہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں مدرسہ شبیریہ عثمانیہ کی بنیاد ڈالی اور آخر تک وہاں کے مہتمم اور خطیب رہے۔ ضلع گجرات کا مشہور قصبہ ملکہ جنکشن ملکوال کے دوستوں کے اصرار پر دس سال سے وہاں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور میانی کا جمعہ اپنے فرزند ارجمند قاضی ضیاء اللہ صاحب کے ذمہ لگا دیا لیکن اس کے باوجود بلاناغہ میانی میں مدرس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ وہ چند کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

خیر الهدیٰ ۔ اربعین حدیث ۔ بوچھال بر لشکر دجال، اور اب جو چکوال میں فتاویٰ عالمگیری کی اردو شرح لکھی جا رہی ہے اس میں تصحیح کے فرائض بھی موصوف ادا کرتے رہے۔ موصوف عملی سیاست میں تو اتنا حصہ نہیں لیتے تھے لیکن پھر بھی ہنگامی حالات میں ہمیشہ اہل حق کا ساتھ دیتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے قومی اسمبلی کے امیدوار الحاج صوفی احمد یار صاحب کا کھل کر ساتھ دیا۔ ۱۹۷۴ء میں ختم نبوت کی تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔

۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کا کھل کر ساتھ دیا اور بڑھاپے کے باوجود دو ہفتے جیل میں رہے۔ تحریکوں کے دوران بندہ جب بھی اس علاقہ میں گیا تو ان کا تعاون اور دعائیں ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔ اور انہوں نے اپنے صاحبزادے مولانا قاضی ضیاء اللہ صاحب اور اپنے مدرسہ کے مخلص ترین مدرس مولانا قاری محمد حسین صاحب کو ہمیشہ ہمارے ساتھ بھیجا اور کام کرنے کا حکم فرمایا۔ اپنے معمولات روزانہ بلاناغہ ملکوال اور میانی میں ادا کرتے رہے۔ زندگی کے آخری موڑ پر آ کر بھی وہ اپنے فرائض سے غفلت نہیں برتتے تھے۔ جس دن انتقال ہوا ہے علی الصبح انہوں نے نماز صبح جامع مسجد شبیریہ میں پڑھائی اور پھر درس قرآن مجید دیا۔ بارہ بجے کی گاڑی سے ملکوال پہنچے وہاں نماز ظہر اور عصر خود پڑھائی۔ مغرب کی نماز سے پندرہ منٹ پہلے مغرب کا وضو کیا اور مسجد کو تشریف لے جانے لگے کہ اچانک دورۂ قلب ہوا اور ساتھیوں سے فرمایا مجھے ہسپتال پہنچا دو۔ وہاں پہنچے، ڈاکٹر کو خود بتلایا کہ دورہ بڑا سخت ہے اور خود کلمہ شہادت پڑھنے لگے۔ ابھی تک ڈاکٹر نے دوائی نہیں دی تھی کہ کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے انتقال ہو گیا۔ وصال کے وقت مفتی صاحب کی عمر ستر سال تھی پیچھے چھ بچے چھوڑے ہیں۔ دو بچے بڑے حافظ ثناء اللہ اور قاری ضیاء اللہ صاحب عالم ہیں اور باقی زیر تعلیم ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت مفتی صاحب کو جنت الفردوس عطا فرمادے اور ان کی اولاد کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمادے۔

اظہار تعزیت:

جمعیۃ علماء اسلام واصوا آستانہ ضلع جھنگ کے رہنما جناب میاں مہدی حیات چیلہ سرپرست جمعیۃ میاں سلطان محمود چیلہ اور دیگر کارکنان جمعیۃ واصوا آستانہ قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث اور ملک کے نامور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی وفات حسرت آیات پر دلی افسوس کا اظہار کیا ہے اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی ہے اور پسماندگان کے لئے صبر کی تلقین فرمائی ہے۔



ریلوے ملازمین اور بے بس مسافر

مکرمی!

آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے پنجاب کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور مقامی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے اپیل کرتا ہوں کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔

میں مورخہ ۲۲ اپریل ۷۸ء کو اپنے گاؤں چک ۱۲۷ جنوبی سے سرگودھا جانے کے لئے ریلوے سٹیشن الدانہ گاڑی میں سوار ہونے کے لئے تقریباً ڈھائی بجے پہنچا۔ وہاں پہنچ کر میں نے پہلے نماز ظہر ادا کی پھر بکنگ کی کھڑکی کے پاس پہنچ کر بکنگ کلرک سے سرگودھا کی ٹکٹ مانگی۔ بکنگ کلرک اور اس کے تین ساتھی دفتر میں تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔ بکنگ کلرک نے اندر سے جواب دیا کہ "جس وقت میں ٹکٹ دے رہا تھا تو تم کہاں گئے تھے اب ٹکٹ نہیں ملے گا"۔

میں نے کہا "جناب! میں ابھی آیا ہوں، اور برائے مہربانی مجھے ٹکٹ دے دیجئے"۔ بکنگ کلرک نے کہا "جاؤ اب ٹکٹ نہیں ملے گا اور تم کو نہیں دوں گا"۔

میں نے کہا "جناب کیا وجہ! میں آپ سے خدا واسطے تو ٹکٹ نہیں مانگ رہا۔ آپ مہربانی کرکے ٹکٹ دے دیں"۔

بکنگ کلرک نے طیش میں آکر کہا "میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں"۔

میں نے کہا "آپ گورنمنٹ کے ملازم ہیں، آپ کو ٹکٹ دینا پڑے گا"۔

اس نے مجھ سے فحش کلامی کی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسے پکڑلو۔ بکنگ کلرک نے کود کر بکنگ کی کھڑکی کے پاس آکر میرا گریبان پکڑ لیا اور مجھے پیٹنا شروع کر دیا۔ الدانہ سٹیشن کا پانی لانے والا چراغدین اور دوسرے تاش کھیلنے والے اس مارپیٹ میں شریک ہوگئے۔ مارکٹائی کے بعد مجھے گھسیٹ کر اندر دفتر میں لے گئے اور دروازے بند کر کے کنڈی لگا۔ میرا بیگ مجھ سے چھین کر کیش کی الماری میں رکھ دیا۔ میں شور مچاتا رہا اور آخر کافی دیر بعد میں کنڈی کھولنے میں کامیاب ہوگیا۔ مسافروں نے میری جان بچائی میرے کپڑے بالکل پھٹ گئے اور ۱۶۳ روپے میری جیب میں تھے وہ بھی ضائع ہوگئے۔

بیگ جس میں تین سیر مٹھائی اور ۴۷۰۰/- روپے مسجد سرگودھا بنک میں جمع کروانے کے لئے لے جا رہا تھا۔ ان سے چھوٹنے کے بعد میں نے بیگ دیکھا اور ان کو بتایا کہ بیگ میں کافی رقم موجود ہے اس لئے میرا بیگ مجھے واپس کر دو۔ اس نے کہا کہ ابھی گاڑی آتی ہے اور کیش کی الماری توڑ کر تم کو پولیس کے حوالے کردوں گا اور تجھے ایسا بیگ دوں گا کہ تم زندگی بھر یاد رکھو گے۔ میں وہاں سے خوفزدہ ہوکر اپنے گھر چلا آیا اور کپڑے تبدیل کرنے کے بعد ریلوے سٹیشن شاہین آباد گاڑی میں سوار ہوکر سرگودھا پہنچ گیا کیونکہ ۲۳ اپریل ۷۸ء کو سید فاروق علی علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہونا تھا۔ اس واقعہ کی اطلاع آٹھ بجے شام کو ریلوے تھانہ پولیس سرگودھا کو دی اور سول تھانہ سلانوالی کو بھی اطلاع دی انہوں نے کوئی خاص کارروائی نہ کی۔

اس واقعہ کی اطلاع ہر شعبہ کو دی گئی ہے لیکن کسی نے بھی کوئی کارروائی نہیں کی، اس لئے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ فدوی کے ساتھ انصاف کیا جاوے۔

محمد یسین ولد فتح دین
منتظم مسجد چک ۱۲۷ جنوبی،
ڈاکخانہ خاص، تحصیل ضلع سرگودھا

ایڈیٹر کے نام......

مولوی عبدالحنان کے بارے میں وضاحت:

مکرمی!

۲۲ مئی کے اخبارات میں مولوی عبدالحنان کے بارے میں جو بیان شائع ہوا تھا کہ وہ برصغیر کا ممتاز عالم دین ہے۔ ساٹھ سال تک دیوبند میں مدرس رہ چکا ہے مفتی محمود صاحب و دیگر مشائخ کا استاد رہ چکا ہے۔

یہ سب سفید جھوٹ ہے۔ مولوی عبدالحنان نے دارالعلوم دیوبند کو دیکھا ہے اور نہ وہاں مدرس رہا ہے۔ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد میں پیش امام ہے۔ عوام میں بین الاقوامی کاذب کے نام سے مشہور ہے۔ جو بھی لیڈر آتا ہے اس کی پارٹی میں شمولیت اختیار کرتا ہے۔ ۲۱ مئی کو اصغر خان آئے تو اس نے تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کی۔

ابھی تک مولوی عبدالحنان نے دیوبند تو کجا لاہور بھی نہیں دیکھا ہے۔

یہ چند سطور اس جھوٹ کے ازالے کے لئے لکھی ہیں جو اخبارات نے عوام کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے کے لئے شائع کیا تھا۔

حافظ حسین احمد
ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام
شمال مغربی سرحدی صوبہ

یو۔ این۔ او کے سیکریٹری جنرل سے اپیل:

مکرمی!

میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت

سے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے اپیل کرتا ہوں کہ برما کے مسلمانوں پر تشدد بند کرایا جائے۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کے لئے اقوام متحدہ کی امن فوج متعین کی جائے۔ اور ان کو وہ تمام حقوق انسانی دیئے جائیں جو اقوام متحدہ کے منشور میں دیئے گئے ہیں اور مذہب کی آزادی کو بحال کرنے کے لئے برما کی حکومت پر دباؤ ڈالا جائے۔

محمد قاسم، ناظم شعبہ اشاعت تصنیف
دارالمطالعہ خلفائے راشدین جھنگ

گندگی کے ڈھیر اور بجلی کی آنکھ مچولی؟

مکرمی!

میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے مقامی حکام کی توجہ ان مسائل کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ تقریباً ہر شہر کے گلی اور کوچوں میں گندگی کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں، کہیں بجلی کی آنکھ مچولی ہے تو کہیں پانی فراہم نہیں ہوتا۔

میری ناقص رائے ہے کہ آپ مقامی افسران کو سختی سے تنبیہ کریں کہ وہ کم از کم جمعۃ المبارک کے دن نماز جمعہ شہر کی جامع مسجد میں لوگوں کے ساتھ پڑھیں اور وہیں ان کے مسائل بھی سنیں اور اس پر عمل بھی کریں۔

میں مقامی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ مقامی مسائل کو حل کرانے میں خصوصی توجہ دیں۔

محمد اقبال طالب
سیٹھن آباد ضلع بہاولنگر

روہڑی سیمنٹ فیکٹری کو تباہی سے بچایا جائے؟

مکرمی!

آپ کے مؤقر جریدہ کی وساطت سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی خدمت میں روہڑی سیمنٹ فیکٹری کے اصل حقائق پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

بہاولپور میں سیمنٹ کی قلت روہڑی سیمنٹ فیکٹری میں آئے دن ہڑتال کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ہڑتالوں کا یہ سلسلہ کئی سال سے شروع ہے۔ روہڑی سیمنٹ فیکٹری کے مزدوروں کا ہر ماہ نیا مطالبہ ہوتا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا وجہ ہے کہ کسی دوسری سیمنٹ فیکٹری میں ایسے حالات نہیں جیسا کہ روہڑی سیمنٹ فیکٹری میں پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اور اب بونس کے مطالبہ پر مزدوروں نے کافی عرصہ سے ہڑتال جاری رکھی ہوئی ہے۔ اس کے برعکس کہ سیمنٹ کی پیداوار میں مزدوروں نے کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں کیا۔ الٹا پیداوار میں حیرت انگیز کمی ہوتی جا رہی ہے۔ روہڑی سیمنٹ فیکٹری بہت زیادہ خسارے میں جا رہی ہے کہ روہڑی سیمنٹ فیکٹری میں پاکستان کی دوسری تمام سیمنٹ فیکٹریوں کے زیادہ پرزے ٹوٹتے ہیں پاکستان کی تمام سیمنٹ فیکٹریوں سے کم سیمنٹ تیار ہوتا ہے اور پاکستان کی تمام سیمنٹ فیکٹریوں سے زیادہ ہنگامے ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس کے پس پردہ کیا ہے، مزدوروں کے ساتھ زیادتی ہے یا پھر مزدور سیمنٹ فیکٹری کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں اور ان کے آپس کے جھگڑے نے پورے زون میں سیمنٹ کی قلت پیدا کر دی ہے۔ سیمنٹ فیکٹری کے ساتھ ظلم زیادتی اور تباہی کا باعث جہاں مزدور بنے ہوئے ہیں وہاں بقول قائد جمعیۃ و سربراہ پاکستان قومی اتحاد مولانا مفتی محمود صاحب کہ ملک کی نوکر شاہی بھی ملوث ہے، جو اس فیکٹری کو مل کر تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مولانا مفتی محمود صاحب کا فرمان بالکل بجا ہے کہ سیمنٹ اور گھی کی قلت کا باعث ملک کی نوکر شاہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نوکر شاہی کی اصلاح کئے بغیر ملک کی ترقی میں یہ لوگ رکاوٹ بنے رہیں گے۔ حیرت کی بات ہے کہ سیمنٹ کی فیکٹری سال کے ۳۶۵ دن میں ۲۰۰ دن بھی باقاعدہ کام نہیں کرتی۔ پھر فیکٹری خسارے میں نہ جائے تو ترقی کرے۔ اس کا حل سوچنا پورے ملک کے دانشوروں کا کام ہے کیونکہ یہ قومی نقصان ہے۔

پچھلے جنرل سوار خان مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی آمد بہاولپور پر بہاولپور سیمنٹ سٹاکسٹ ایسوسی ایشن نے ملاقات کا وقت مانگا تو انہیں آج تک جواب نہیں دیا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ بہاولپور کے تاجران اور عوام کو مارشل لاء حکام کی نظروں سے دُور رکھا جا رہا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ ہی ملک کے خیر خواہ ہیں اور باقی سب؟ کیا مارشل لاء انتظامیہ اس کا نوٹس لے گی کہ ایسے حالات کیوں پیدا کئے جا رہے ہیں؟ کیا چیئرمین سٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن صاحب روہڑی سیمنٹ فیکٹری ایسے حالات کو ختم کرنے میں دلچسپی لیں گے جیسا کہ حال ہی میں ہوا کہ منیجنگ ڈائریکٹر ایسوسی ایٹڈ سیمنٹ پاکستان جنرل سیلز منیجر ایسوسی ایٹڈ سیمنٹ کراچی کے ہوتے ہوئے روہڑی سیمنٹ فیکٹری کے مزدور لیڈر نے سیمنٹ فیکٹری کے اکاؤنٹنٹ کو ایسا تھپڑ رسید کر دیا کہ اکاؤنٹنٹ کے کان کا پردہ پھٹ گیا اور کان سے خون بہنے لگا۔ کیا سیمنٹ فیکٹری کے مزدور اس طرح کا خون بہا کر ملک و قوم کی ترقی کر رہے ہیں اور عوام ملک میں امن قائم کرنے میں کامیاب ثابت ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات ملک و قوم کے لئے ہی نہیں مزدوروں کے لئے بھی نیک فال ثابت نہیں ہو سکتے اور ان حالات کی درستگی کی ذمہ داری کس کی ہے۔

عبدالمجید، صدر
سیمنٹ سٹاکسٹ ایسوسی ایشن
بہاولپور

مراسلہ نگار توجہ فرماویں

ایڈیٹر کے نام مراسلات کے صفحہ پر صرف وہی مراسلات شائع کئے جاتے ہیں جو مختصر صاف اور کاغذ کے ایک طرف لکھے گئے ہوں۔

طلباء کی سرگرمیاں — مرتبہ: جنید شہزاد

کامیابی کے لئے عصری تقاضوں کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے

علامہ خالد محمود

مرکزی مجلسِ شوریٰ کا اجلاس ۹ جون کو مری میں منعقد ہوگا۔

جمعیۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کے زیرِ اہتمام آٹھواں صوبائی تربیتی اجتماع گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ اجتماع کی مختلف نشستوں سے مختلف علماء کرام، وکلاء اور پروفیسر حضرات نے خطاب کیا۔ خطاب کرنیوالوں میں پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی۔ حضرت مولانا سعید الرحمٰن علوی ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین جناب ظفر ڈار صاحب ایم۔ اے، جناب جاوید ابراہیم صاحب پراچہ، جناب میاں محمد عارف صاحب، جناب ظہیر میر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اجتماع کی آخری نشست سے جمعیۃ علماءِ اسلام برِ منگھم کے ممتاز راہنما اور پاکستان کی ممتاز علمی۔ ادبی اور سیاسی شخصیت جناب پروفیسر علامہ ڈاکٹر خالد محمود نے مفصل خطاب فرمایا۔ اس نشست کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر نے فرمائی اور اس نشست میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔

پروفیسر علامہ خالد محمود نے طلباء کو مزید ہمت اور جرائت سے کام کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے کہا کہ طلباء کو کامیابی کے لئے عصری تقاضوں کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ آپ نے کہا کہ آج کے نوجوان کو پتہ ہونا چاہیئے کہ اس کے ملکی اور ملی تقاضے کیا ہیں۔ یورپ، افریقہ اور فلسطین میں اسوقت صورتحال کیا ہے۔ آپ نے طلباء کو ایسا شاندار تربیتی اجتماع منعقد کروانے پر مبارکباد دی اور کہا کہ ان تربیتی اجتماعات سے ایک طالب علم صحیح طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ آج کے دور میں انفرادی کوششیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، اس لئے ضروری ہے کہ اپنی تمام تر کوششیں اور صلاحیتیں جماعت کے لئے وقف کر دی جائیں۔ آپ نے طلباء کو جمعیۃ طلباءِ اسلام کے پلیٹ فارم پر اکھٹے ہو کر للہ الامر کے پرچم تلے علماء حق کی قیادت میں اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دینے کی ہدایت اور نصیحت کی۔ خطاب کے آخر میں تمام طلباء نے متفقہ طور پر علامہ خالد محمود صاحب کو واپس پاکستان آنے کی درخواست کی۔ چنانچہ علامہ صاحب نے وعدہ فرمایا اور کہا کہ میں بہت جلد اپنے پروگرام پر نظر ثانی کرونگا۔

بلوچستان (کوئٹہ)

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ بلوچستان کے زیرِ اہتمام سہ روزہ عظیم الشان تربیتی اجتماع کوئٹہ میں منعقد ہوا۔ اجتماع کی مختلف نشستوں سے مختلف عمائدین نے خطاب فرمایا۔ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب تھا اور اس میں تقریباً تین صد کے قریب سکولوں، کالجز اور یونیورسٹی کے طلباء نے شرکت کی۔ صوبہ پنجاب سے جناب علامہ اکرام القادری مدیر ہفت روزہ ترجمانِ اسلام اور جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے سابق مرکزی صدر جناب عبدالحکیم اکبری صاحب نے بھی اس اجتماع میں شرکت کی۔ اس اجتماع کی تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارے میں شائع کی جائے گی۔ اس اجتماع میں جمعیۃ طلباءِ اسلام کے قائمقام صدر جناب جاوید ابراہیم پراچہ نے بھی شرکت کی۔

مرکزی مجلسِ شوریٰ کا اجلاس

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کا ایک انتہائی اور اہم اجلاس ۸ اور ۹ جون کو جامع مسجد شرفیہ لوئر روڈ بالمقابل جی۔پی۔او جناب اسداللہ عباسی صاحب کے درِ دولت پر منعقد ہوگا۔ تمام متعلقہ حضرات کو دعوت نامے جاری کر دیئے گئے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو دعوت نامہ وصول نہ ہوا ہو تو وہ براہِ کرم اس اعلان کو ہی دعوت نامہ سمجھتے ہوئے بر وقت تشریف لا کر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآہ ہوں۔

ایجنڈا حسب ذیل ہوگا۔

۱۔ ضلعی تنظیموں کے بارے میں غور
۲۔ عزم نو کی کارکردگی
۳۔ تربیتی اجتماعات کے بارے میں رپورٹیں
۴۔ مالیاتی کارکردگی
۵۔ تنظیمی صورتحال اور
دیگر امور باجازت صدر

فیصل آباد:

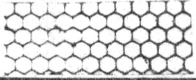
فیصل آباد زندہ دل لوگوں کا مسکن ہے۔

یہاں کے جمعیۃ سے وابستہ کارکن دن رات جماعتی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ گذشتہ روز جمعیۃ طلباءِ اسلام فیصل آباد کے زیر اہتمام ایک روزہ عظیم خلافت راشدہ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس کانفرنس کی دو نشستیں منعقد ہوئیں۔ پہلی نشست بعد از نماز ظہر مولانا لال دین کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس نشست سے جمعیۃ طلباءِ اسلام کے مرکزی ناظم مالیات جناب میاں محمد اجمل قادری، مرکزی ناظم اطلاعات جناب ظہیر میر، مولانا سعید احمد لدھیانوی، جناب شفیع اللہ اور دیگر طلباء نے خطاب فرمایا۔ اجتماع کی دوسری نشست زیر صدارت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب انوری منعقد ہوئی۔ اس نشست سے جمعیۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کے صدر اور طلباء کے دلوں کی دھڑکن جناب ندیم اقبال اعوان نے خطاب فرمایا اور آخر میں جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم اطلاعات پاکستان قومی اتحاد صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری ماہنامہ تبصرہ کے ایڈیٹر حضرت مولانا زاہد الراشدی نے مفصل خطاب فرمایا۔

بعد ازاں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن انوری صاحب کے دردولت پر جمعیۃ طلباءِ اسلام فیصل آباد کے کارکنوں کا ایک اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع سے جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم اطلاعات جناب ظہیر میر اور جمعیۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کے صدر جناب ندیم اقبال اعوان نے خطاب فرمایا۔ حافظ عبدالغنی خالد نے فیصل آباد شہر کی تنظیمی صورتحال سے ایوان کو آگاہ کیا۔ ریاض شاہد اور شاہد ریاض بالترتیب کنوینر ضلع فیصل آباد اور شہر فیصل آباد نے بھی جماعتی تنظیمی صورتحال پر روشنی ڈالی۔

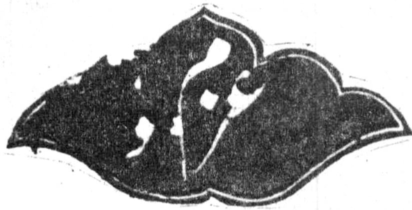
فیصل آباد میں اب تنظیمی صورتحال پہلے کی نسبت بہت حوصلہ افزا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ اگر کام اسی رفتار سے چلتا رہا تو فیصل آباد میں جمعیۃ طلباءِ اسلام جلد ہی ایک موثر تنظیم کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوالے گی۔

کراچی: گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباءِ اسلام صوبہ سندھ کے زیر اہتمام کراچی میں بھی ایک عظیم الشان سہ روزہ تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے مرکزی قائمقام صدر جناب جاوید ابراہیم پراچہ اور مرکزی ناظم عمومی جناب محمد فاروق قریشی نے خطاب فرمایا۔ اجتماع کی تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارے میں شائع کی جائے گی۔



تمام ضلعی ذمہ دار حضرات متوجہ ہوں!!

جمعیۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم اطلاعات جناب ظہیر میر نے پاکستان بھر کے تمام اضلاع کے ذمہ دار ساتھیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے اپنے اضلاع کی ہر شاخ سے تقریباً تین تین ساتھیوں (جو جماعتی پروگرام سے کماحقہ واقف ہوں اور ذمہ داریوں سے مکمل طور پر عہدہ برآہ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں) کی فہرست جلد از جلد مرکزی دفتر میں ارسال فرمائیں۔



کے اگلے شمارے میں

- مولانا عبیداللہ سندھی رح کا اہل ہند کے نام ایک خط ...... بسلسلہ تحریک ریشمی رومال
- کیا اسلام میں سرمایہ داری جائز ہے .... بسلسلہ شاہ ولی اللہ رح
- سرطان سے بچئے .... بسلسلہ طب و صحت
- اسلام میں ضرورت جہاد
- توحید اور شرک ♦ الاستاذ المودودی
- انقلاب افغانستان کے بعد + اری ٹیریا کے حریت پسند +
- وطن عزیز میں .... بسلسلہ گردش دوراں
- شہدائے تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- درس قرآن و حدیث
- تربیتی اجتماعات کی رپورٹ
- طلباء کی سرگرمیاں
- تبصرہ کتب
- چمن خیال
- عظمت کے مینار، اور بہت کچھ

جون کے پہلے ہفتے میں شائع ہو رہا ہے